جمعیت خدام عزا کا ۲۶ واں ہدیہ

سوانح حیات

حضرت حبیب ابنِ مظاہرؑ اسدی

★

مصنف

سیّد آغا مہدی الرضوی

★★★★★★

قیمت ۲۰ روپے علاوہ محصول ڈاک

۱۰/-

جمعیت خدام عزا کا چھبیسواں ہدیہ

تقا نبک من ذکری حبیب منزل

سوانح حیات

حبیب بن مظاہر اسدیؑ

طبع سویم باضافات خاص

سماحتہ العلامہ زبدۃ العلما سید آغا مہدی صاحب قبلہ لکھنوی

مصنف عبائر الانوار تذکرۃ الحیوان تاریخ شیعہ کا خونچکاں ورق وغیرہ

ملنے کا پتہ سکریٹری جمعیت خدام عزا

النجف اے ۱۴۲/۱۷ رحیم آباد فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸ پاکستان

(انٹرنیشنل پریس کراچی)

قیمت 12 روپے علاوہ محصول ڈاک

12/-

پرنس عباس مرزا بالقابہ - مصنف کتاب ھذا - مولانا سید صادق علی شاہ صاحب قبلہ

فہرست

باسمہ سبحانہ

ترجمہ مصنف ازقلم ... ڈاکٹر سید سبط حسن رضوی - پی ایچ ڈی لکھنوی

۱۹؍ شوال ۱۳۱۶ھ ہجری کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے اس وقت اپنے جدامجد حضرت ممتاز العلما
جنت مآب طاب ثراہ کی اولاد میں آپ سن وسال میں سب سے بڑے اور بزرگ خاندان ہیں
۲۴ برس کی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھا اس وقت آپ کے بڑے بھائی اپنی تکمیل
علم میں نجف اشرف میں تھے بے پدر ہونے پر پوری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہوئیں میدان
تصنیف میں والد علام کے سامنے قدم رکھ چکے تھے شہدائے کربلا کی سیرت پر آپ پہلے شخص
ہیں جس نے انفرادی سوانح پیش کئے ملک الشعراء منشی امیر کے فرزند افضل الدولہ مظفر الملک
سید افضل علی خاں بہادر شوکت جنگ المتخلص بافضل زندہ تھے۔ اس سلسلہ کی پہلی
کتاب اور قوم میں ہر دلعزیزی دیکھ کر پھڑک گئے اور تاریخ کہی سے کتاب معرکہ آرا
نوشت کعبہ تا س ۱۹۲۴ - شہرۂ اہل سنت بھی آپ کے زور قلم اور ٹھوس تحریروں کے
گرویدہ ہیں چودھری محمد علی ولایت گورکھپوری کا یہ شعر نوجوانی کے خدمات پر یادگار ہے

مے عرفان کے چھلکتے ہیں پیالے دیکھو   ان کی تقریر سنو ان کے رسالے دیکھو

ذاکری کی ابتدا ۱۹۰۶ء کے حدود سے ہوئی ۱۶ برس مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں مرکز
تبلیغ کے آرگن الواعظ کی ادارت کی اور ۲۱ سال عہد نوابی کی عظیم الشان عمارت مسجد تحسین گلاں
چوک لکھنؤ کی امامت کے فرائض بلا تنخواہ انجام دیئے ۲۱ جولائی ۱۹۶۰ء قیام وطن کا آخری دن
تھا ہجرت کر کے کراچی آئے تصانیف کی مجموعی تعداد ۲۲۱ ہے جس میں بعض کتابیں کئی کئی جلدوں
پر مشتمل ہیں ان کو ایک شمار کیا ہے مشہور تصانیف کا ذکر الذریعہ الی تصانیف الشیعہ طبع نجف اشرف
میں موجود ہے کئی جلدوں میں زندگی کے حالات خود مرتب کئے ہیں کثرت مشاغل میں یہ سلسلہ ترک
ہو گیا پھر بھی کاغذات دفتر سے پوری زندگی ضبط تحریر میں آسکتی ہے اور اب تک آپ نے ۶۹۳
مجلسیں پڑھیں شیعی دنیا کے ۱۶۵ مقامات پر سفر کیا ۱۰۷۱ مقالات قومی جرائد میں چھپے جس میں واقعۂ کربلا
پر ۲۴۷ مضمون شمار ہوتے ہیں عالمگیری کی عظیم الشان مسجد اور سر بفلک عمارت کا سنگ بنیاد ۱۷
شوال ۱۳۸۳ھ کو آپ نے رکھا اور اس علاقہ کی دوسری مسجد مقام حسن ابدال ۱۷ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

کو نصب گیا یہ دونوں عمارتیں فرقہ شیعہ کے اتحاد و تنظیم کی اعلیٰ مثالیں ہیں قومیات اور امور مذہبی کے انصرام میں
آپ ہمیشہ آزاد اور صحیح جادہ پر رہے اور "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی" کے سخت مخالف ہیں لہٰذا جس باطن
سے تعاون نہ کیا وہ دشمن جس جادہ پر دریائی زندگی لاابالی ہو آزار بسر نہ کی وہ درپے آزار کئی مرتبہ آپ
کے قتل کی سعی ہوئی ۸ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ چڑھائی منصور نگر لکھنؤ کا تہذیب سوز واقعہ بدگمانی کہا جائے
جس کے بارے میں تاج الحکماء حکیم منے آغا صاحب مرحوم فاضل طبیب اعظم رحاذق لکھنؤ کی رائے تھی کہ دھتورہ کے
بیج کھلائے گئے تو آخر شعبان ۱۳۶۷ھ چار باغ اسٹیشن لکھنؤ پر نو وارد زائرین کے خیر مقدم میں ایک نوجوان نے
پوری طاقت سے آپ کو دھکا دیکر انجن پر گرا دینا چاہا مگر خیر الحافظین نے اس قدر مضبوط کر دیا کہ سر مو
جنبش نہ ہوئی اس کے بعد بنات رسولؐ کی تیسری قسط الواعظہ میں طبع ہو رہی تھی اور آپ اس موضوع پر پہلی
دفعہ قلم اٹھا رہے تھے کہ دسمبر ۱۹۵۰ء کا الواعظ اعیاد میں خلیل جواد نامی لیاقت آباد دہلی ہے کی طرف سے اس تحریر
کے ساتھ واپس ملا کہ قلم روک لو ورنہ قتل کر دینگے ہجرت کے بعد موضوع بالا بحث پر آپ نے پھر خامہ فرسائی کی جو پاکستانی
اخبارات میں قند مکرر کی طرح قوم کی ضیافت طبع کا باعث ہوئی اور پھر اس وقت عنوان بالا پر آپ قلم اٹھا رہے
ہیں جو انشاء اللہ حرف آخر ثابت ہوگا کراچی پہنچکر آپ نے ہر امام مسجد کو اپنی ذات سے بہتر سمجھ کر نماز پڑھی حالانکہ
آپ کی اقتدار میں اہل علم اور مشاہیر واعظین ہمیشہ دلچسپی لیتے رہے مرحوم اہل کمال میں مقدس ترین عالم
مولانا سید خادم حسین مفتی شریعت خیرپور نے میلاد النبیؐ کے جلسہ جماعت ظہرین میں اقتدار کی مولانا لقار علی
صاحب حیدری مرحوم و مغفور نے کراری ضلع الہ آباد کے جلسوں میں اور حضرت مرحوم مولانا سید سبط الحسن صاحب
واعظ و خطیب نے چھولس ضلع بلند شہر کے جمعہ میں شرکت کی مجھے اجازت نہیں ہے ورنہ اس صف میں
کراچی کے موجودہ اہل علم و کمال کے نام لے سکتا ہوں علامہ حسن الامین لبنانی قلمی خدمات سے زیادہ سے
زیادہ متاثر ہیں آپ زندگی کی ہر موڑ شباب و پیری میں یکساں دیکھے گئے وعدہ اور اوقات کے اس قدر
پابند کہ اگر پابو شنگر ناظم آباد کے جمعۃ الوداع اور مسجد عسکری دستگیر کی مغربین میں نہ جاتے تو اپنے مرحوم جوان
فرزند فقیہ مولنا سید محمد ہادی مرحوم کا دیدار آخری کرتے آپ کی عدم موجودگی میں ہلاغ مفارقت کا دیا
بقول خان بہادر سید احمد علی علیم - مرحبا اے یمی شاہ زمن   جند اے محب آل عبا   نودعی و محیط
فضل و کمال   المعی و بہر ذہنت و ذکا   نازشِ ملت مدیر الواعظ   بر تو باشد مدار نصرتؑ" آپ کی
تحریر اور تقریر میں تاریخ کے تجربے مطالعہ کی وسعت مشاہدہ کی گہرائی کے مناظر بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں۔

مصادر و مآخذ

ارجح المطالب سوانح عمری حضرت اسد اللہ الغالب از عبید اللہ امرتسری

آئینہ تصوف شاہ محمد حسن صابری چشتی طبع رامپور ۱۳۱۱ھ ہجری

ابصار العین عربی شیخ محمد طاہر سماوی طبع نجف ۱۳۴۱ھ

اکسیر العبادات عربی ملا آقا دربندی المتوفی ۱۲۸۶ھ امالی صدوقؒ

انوار الشہادۃ ملا حسن یزدی الذی کان حیا الی ۱۲۸۵ھ

برہان قاطع محمد حسن تبریزی حدود ۱۰۸۳ھ

تاریخ الامم والملوک ابو جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ طبع مصر تاریخ العلماء فاضل نوگانوی

تاریخ الکامل ابوالحسن علی بن اثیر جذری المتوفی ۶۳۰ھ طبع مصر

تحریر الشہادتین تحفۃ الزائر علامہ مجلسی علیہ الرحمہ

حیات الحیوان حل غوامض حافظ محمد عبداللہ بلگرامی

دارالسلام سفرنامہ عراق فاضل شیخ جعفر حسین ۔ دیوان حضرت امیر

ذکری شہیدؒ رفقۃ جعفری) عربی

رجال کشی . . . . ابو عمر محمد بن عمر کشی

روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی المتوفی ۹۱۰ھ

ذریعہ الی تصانیف الشیعہ علامہ آقا بزرگ طہرانی مدظلہ

سعادات ناصریہ سیرت الحلبیہ

شرح نہج البلاغہ

شہدائے کربلا۔ امامیہ مشن لکھنؤ طبع ۱۹۳۷ء
شمع انجمن ... نواب صدیق حسن خاں بھوپالی۔
شمس المعارف علامہ بونی المتوفی ۶۲۲ھ۔ صحیح سنن المصطفیٰ
عبقات الانوار علامہ سید حامد حسین لکھنوی المتوفی ۱۳۰۶ھ عرائس المجالس
غالیۃ المواعظ۔ فوائد المشاہد تقریرات شیخ جعفر شوستری
کتاب المصاحف سجستانی کشف الغمہ شعرانی لوامع التنزیل مباحثہ بین النفس والعقل
مائتین علامہ سید غلام حسنین کنتوری المتوفی ۱۳۳۷ھ
مجالس المومنین۔ قاضی نور اللہ شوستری ۱۰۱۹ھ
مجمع البحرین عربی۔ فخر الدین طریح نجفی المتوفی ۱۰۸۵ھ
مفاتیح الجنان مفاتیح الغیب فخر الدین رازی
مقدمہ صحیح سنن المصطفیٰ ابو داؤد احمد بنا ساعاتی مصر ...
منار الہدیٰ شیخ علی بن عبد اللہ البحرانی منتہی الموعظہ
مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب مازندرانی المتوفی ۵۸۸ھ موعظۃ السالکین
موسع الغموم اردو الحاج سید محمد علی خاں رضوی تاریخ تالیف ۱۳۱۲ھ
ناسخ التواریخ محمد تقی سپہر کاشانی مطبوعہ ۱۳۰۹ھ نور العین نوادر الادب
ینابیع المودۃ شیخ سلمان نقشبندی ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزار ہزار درود و سلام پیغمبر عربی اور اونکی پاک آل و شہیدان باوفا پر

ماجان بزلفِ یار سپردیم روز و شب
کوتاہ گشت قصۂ دور و دراز ما

شہداء کربلا روحی فداہ کی مقدس سیرت پر علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھنے کا ارادہ جو میرے دل و دماغ میں بڑی مدت سے تھا اوس کی ایک مضبوط کڑی سوانح حبیب بن مظاہر اسدی ہے جو ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ میں مطبع تیغ بہادر سبحان نگر لکھنؤ سے ۶۴ صفحات پر چھپ کر شائع ہوئی قوم نے خراج تحسین و آفریں دیا مجھے شرمندگی تھی کہ یہ گنتی کے صفحات اوس بوڑھے مجاہد کے لائق ہرگز نہیں ہیں جو سپاہ قلیل کا عہدہ دار امام انام کا رفیق، رسولؐ کا صحابی، اور سب سے بڑھ کر اوس کی عزت یہ تھی کہ رسول زادی نے اوس کو سلام کہا۔

تھوڑے دن میں ہزار جلدیں نکل گئیں اور مجھے دوسری ایڈیشن کی فکر ہوئی مسبب الاسباب نے طبع دوئم کا وقت دکھایا مگر اوس وقت جب وطن چھٹ چکا تھا اور ہجرت کی ابتدائی منزلیں تھیں مہاجر کو راحت و آرام کہاں قدم قدم پر اجنبیت، اردو پریس لیاقت آباد کراچی سے کسی نہ کسی طرح حنائی کاغذ ۶۰ صفحات پر سیرت تیار کی اور صرف ۲، سطروں کا اضافہ ہوا۔ اولاً یہ عرض کروں کہ پہلی اشاعت نے اچانک عیسائیت کے ایک بہت پرانے شبہ کو تار تار کر دیا جس کو ابھی تک قوم کے سامنے پیش نہیں کر سکا تھا احباب کے پیہم اصرار نے آج قلم اوٹھانے

کا وقت دیا جارج مشن ہائی اسکول اعظم گڈھ کا نوعمر طالب علم جو اس وقت ڈاکٹر سید وصی الحسن رضوی ایم بی بی ایس کی حیثیت سے لیبیا میں طبی خدمات انجام دے رہے ہیں عیسائی پروفیسر نے پیغمبر اسلام سے مسیحؑ کی برتری پر ایک تقریر کی اور ظاہر کیا کہ عیسیٰؑ نے مردے زندہ کئے قرآن اس اعجاز پر شاہد ہے مگر پیغمبر اسلامؐ نے کبھی کسی میت کو زندہ نہیں کیا۔ کمسنی کی ذہانت سادات کا خون وہ تذلیل گوارا نہیں کر سکتا بیساختہ جواب دیا یہ درجہ تو رسولؐ کے نواسہ حضرت امام حسینؑ کو کمسنی میں حاصل تھا کہ جب مظاہر صحابی رسولؐ نے دعوت کی اور حبیبؓ بالائے بام سے گر کر حادثہ میں مر گئے تو حسینؑ نے دعا کر کے زندہ کر دیا۔ کلاس کی گفتگو تھی کتاب دوسری ملاقات میں پیش کی پادری صاحب دم بخود ہو گئے"

غرض چند مقدمات حوالہ قلم کرنے کے بعد طبع سوم حاضر ہے قارئین کرام اضافات کو میری زندگی کا سرمایہ سمجھیں۔ اس مقدس سلسلہ کی تکمیل کے سوا الحمد اللہ دن ہو یا رات، صحت یا مرض میرا کوئی شغل نہیں۔ وھو حسبی و نعم الوکیل

فقیر باب اہل بیت آغا مہدی لکھنوی کراچی

۸ شعبان ۱۳۹۰ھ

طبع اوّل پر قومی جرائد کی رائیں

(۱)

معزز قومی آرگن اخبار سرفراز لکھنؤ بھارت کی رائے

سوانح عمری حبیب بن مظاہرؓ جناب مولانا سید آغا مہدی صاحب لکھنوی دام برکاتہم نے اس رسالہ کی تالیف میں مزید مفید قومی خدمات انجام دئے ہیں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں شیدائے حسینؑ حضرت حبیبؒ بن مظاہر کے حالات زندگی قلمبند کئے گئے ہیں جو کہ یقیناً افراد قوم کے لئے باعث ہدایت وقابل تاسی ہے یہ رسالہ جمعیت خدام عزا کی طرف سے شائع کیا گیا ہے اور اس سلسلہ کی گیارہویں تالیف ہے۔

سرفراز مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۴۳ء

(۲)

اخبار الواعظ از مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ادارہ تبلیغ لکھنؤ کے جواں بخت وجوان سال واعظ جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب کراروی فقیہ فاضل کی رائے حسب ذیل ہے۔ کہ لسان الملۃ عالی جناب مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ لکھنوی نے ہمارے پاس دو رسالہ سوانح عمری حضرت زہیر بن قین اور سوانح عمری حضرت حبیب بن مظاہر ریویو کے لئے ارسال فرمائے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ کتاب اپنے خصوصیات کے لحاظ سے قابل قدر ہیں۔ مولانا کی خداداد قابلیت اور لطف بیان نے اس کی دلچسپی میں اضافہ کر دیا ہے شہدائے کربلا کے اکثر شہیدوں کے حال سے دنیا بے خبر ہے۔ مولانا نے ہر ایک کے لئے ایک ایک رسالہ جدا جدا تحریر کرنا شروع کیا ہے یہ رسالے

بھی اسی سلسلہ کی دو کڑیاں ہیں مولانا نے کافی جستجو اور وسعت نظر سے کام لے کر ان دونوں اصحاب امام حسینؑ کے حالات قلمبند کئے ہیں جو ناظرین کے لئے بصیرت کا باعث ہونگے ان کی زندگی کا ہر پہلو ہمارے لئے نمونۂ عمل اور ان کی سوانح حیات کا مطالعہ ہماری بالیدگی ایمان کا باعث ہوگا ان باوفا اصحاب کے مکمل حالات زندگی سے آپ مطلع ہونا چاہتے ہیں تو دونوں رسالوں کو ضرور ملاحظہ فرمائیے آخر میں ہماری دعا ہے کہ خداوند عالم مولانا کو تا ابد صحیح و تندرست رکھے تاکہ ان سے ایسے مؤلفات برابر رونما ہوتے رہیں۔

الواعظ جون ۱۹۴۳ء

(۳)

چشم و چراغ خاندان وزارت نواب سید محمود علی خاں صاحب رئیس کانپور کی رائے

رسالہ جو جناب آغا مہدی قبلہ نے لکھا
وہ قصہ ہے حسینؑ بن علیؑ کے ایک ناصر کا

جہاں تاریخ تھی ساکت وہاں قول نبیؐ لاکر
کیا ہے مرتبہ ظاہر حبیب بن مظاہر کا

فصاحت پر بلاغت پر مضامین صحیحہ پر
نہ کیونکر ہو رجوع قلب ہر صنعت کے ماہر کا

(۴)

ہفتہ وار حسینی پیغام محرم الحرام ۱۳۶۲ھ

سوانح عمری حبیب بن مظاہر مؤلفہ لسان الملۃ مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ لکھنوی حجم ۸۰ صفحات پر مولانا موصوف کی ایک انوکھی جدت ہے کیونکہ اس سے پہلے شہداء کربلا میں صرف اہل بیت علیہم السلام کے سوانح حیات لکھے گئے ہیں مولانا نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ تمام شہداء کربلا کے علیحدہ علیحدہ سوانح حیات تحریر فرمائیں گے سوانحعمری حبیب بن مظاہر اس سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے یہ سوانح عمری مختصر مگر بہت جامع ہے اور حدیث

وروایات صحیحہ کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ مولانا کو ان کے عزم میں کامیابی عطا فرمائے اور دین ملت کی خدمت کا موقع دے۔ مظفر حسین نقوی اڈیٹر

طبع دوئم پر اخبارات کی رائیں

(۵)

رسالہ خطیب کراچی

حبیب بن مظاہر ۹۰ صفحوں پر مشتمل جناب حبیب بن مظاہر اسدیؑ کی تاریخ ہے اور بڑے خوبصورت پیرایہ میں مولانا آغا مہدی صاحب قبلہ نے اس کو تحریر کیا ہے۔

۳ صفر ۱۳۸۴ھ ص ۸

(۶)

اخبار اسد ہفتہ وار لاہور

سوانح حیات عون بن علی و سوانح حیات حبیب بن مظاہر اسدیؑ ہر دو کتب اپنے نام کے اعتبار سے اپنے موضوع کو ظاہر کرتے ہیں گویا اسم بامسمٰی ہیں ہر دو کتب لسان الملت علامہ سید آغا مہدی صاحب لکھنوی کے زور تحقیق، انداز نگارش اور اسلوب بیان کے زندہ ثبوت ہیں تمام حالات معتبر ماخذوں سے حاصل کر کے ترتیب دئے ہیں۔

اخبار اسد لاہور ۱۰ فروری ۱۹۶۳ء

(۷)

ماہنامہ شمس کراچی

واقعہ کربلا میں امام حسینؑ کے مشہور حبیب حضرت حبیب بن مظاہرؑ کا آنا اور درجہ

شہادت پر فائز ہونا اس قدر اہم ہے کہ آپ کا ذکر بہت سے جوانان بنی ہاشم سے بڑھکر کیا جاتا ہے جناب حبیب صحابی بھی تھے امام حسینؑ کے بچپن کے دوست بھی اور امام حسینؑ سے اس قدر محبت بھی کہ اشتیاق میں ایک مرتبہ خود کو چھت سے گرا چکے تھے اور آخر میں واقعۂ کربلا کے سلسلہ میں جو خط آپ کو امام نے لکھا ہے اس میں مرد فقیہہ کہہ کر خطاب کیا گیا ہے جناب حبیب بن مظاہر کے حالات کمال جامعیت کے ساتھ اس کتاب میں مولانا آغا مہدی صاحب قبلہ نے تحریر کر دئے ہیں۔ شمس کراچی مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۲ء

فخر قوم جناب مولوی سید کلب عباس صاحب خان بہادر

سکرمیٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی تحریر

شہدائے کربلا کی سوانح عمریاں اور ہماری مجالس

یوں تو کربلا کے متعلق شہدائے کربلا کے مجمل سوانح پر مشتمل بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن ان کے مفصل سوانح اور حالات چھوٹے چھوٹے رسالوں کی شکل میں بہت کم شائع ہوئے ہیں جس کی وجہ سے بجز ان کے حالات کے جو ذاکرین ممبر پر بیان کرتے ہیں عام ناظرین تو درکنار شیعہ پبلک بھی ان کے حالات سے کما حقہ واقف نہیں ہے۔ اس اہم ضرورت کو جناب زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی صاحب لکھنوی نے محسوس کر کے متعدد رسالے جن کی قیمت دو چار آنوں تک محدود ہے اور غالباً مصارف طبع سے بھی زائد نہیں ہے تصنیف فرما کر شائع کئے ہیں جن میں سے "تاریخ شہزادہ علی اصغر" "حالات عون بن علی" "سوانح عمری زہیر بن قین" اور "سوانح عمری حبیب

بن مظاہرؑ خاص طور سے قابل ذکر ہیں اور میرے مطالعے سے گزرے ہیں۔ مولانا نے تنقید اور تبصرہ کا لحاظ رکھتے ہوئے جن شہدائے کربلا کے حالات کی تدوین کی ہے۔ اون کی زندگی کے اخلاقی پہلوؤں کو بڑے مؤثر پیرایہ سے نمایاں کیا ہے اور ان کی دینداری اور مودت القربیٰ کو ایسے دلکش پیرایہ سے ادا کیا ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں وہی جذبات موجزن ہو جاتے ہیں کاش بجائے پر تکلف تبرک اور دیگر نمائشی کاموں کے جو ہماری مجالس میں ہوتی ہیں ہم اپنے مجالس کو اغیار کے قابل شرکت بنا کر ایسے رسالوں کو ان مجالس میں اہل ذوق کو تقسیم کر کے حسینی مشن کی تبلیغ کرتے اور ان قابل تقلید ہستیوں کا اون کو گرویدہ بناتے۔ آج کل ایام عزا میں اگر اس طرف مومنین توجہ کریں تو بہت کچھ اشاعت ان برگزیدگان خدا کے حالات کی ہو سکتی ہے۔ کیا یہ میری نحیف آواز قابل سماعت ہوگی۔

خادم ملت سید کلب عباس ایڈوکیٹ
جنرل سکریٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس
از اخبار سرفراز مورخہ ۸ فروری ۱۹۴۳ء

۱۹۲۸ء سے ادارہ، شہدائے کربلا پر انفرادی کتابیں پیش کرنے میں عرب و عجم، مصر پر بھی سابق ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا من اتخذ محمداً صلی اللہ علیہ وآلہٖ حبیبا

مشہور آدمیوں کے حالات زندگی لکھنا جس کو یونانی میں بیوگرفی اور عربی میں ترجمہ یا تذکرہ اور سنسکرت میں جیونی जीवनी اور انگریزی میں LIFE کہتے ہیں پرانے زمانے سے چلا آتا ہے فرقہ شیعہ کی تاریخی تہیدستی ہے کہ اوس کے اسلاف میں شہدائے کربلا ایسی قابل احترام ہستیوں کے حالات فرداً فرداً مرتب ہونے نہیں پائے صدیاں گذر گئیں اور اس اہم دینی خدمت پر آج تک اہل قلم کی توجہ مبذول نہیں ہوئی ناچیز نے اپنے کمزور دست و بازو سے اس اہم کام کا بیڑا اوٹھایا اور سلسلۂ حالات شہدائے کربلا کا چوتھا نمبر پیش کر رہا ہوں جس میں کربلا کے بوڑھے مجاہد حضرت حبیب بن مظاہر کے حالات زندگی میں چاہتا تھا کہ تمہید میں سلام کا فلسفہ نذر قرطاس ہو، ہجرت پر بحث کی جائے، قبیلۂ بنی اسد کی تاریخ منظر عام پر آئے "اولاد کو حق انتقام حاصل ہے" پر کتاب ختم ہو مگر اس سے ضروری مقدمات اور خاتمہ درج کرنے میں حجم بڑھ رہا ہے اس لئے قلم روکتا ہوں وما توفیقی الا باللہ فقیر باب اہل بیت آغا مہدی الرضوی

پہلا مقدمہ

اصحاب حسینؑ کی مدح وثنا کا قرآن حکیم سے استخراج

کتاب الٰہی میں ہر جمیل کی توصیف ہے اور ہر قبیح سے اظہار بیزاری ہے اور وہ دعویٰ کہ ہر رطب و یابس قرآن میں موجود ہے اس کے اثبات میں فکر رسا اور ذہن موید من اللہ چاہئے جس کا عام طور پر فقدان ہے اور اس وادی میں ہر شخص قدم رکھے تو تفسیر بالرائے کے خارزار سے

اوس کا دامن بچ نہیں سکتا اور عقیدت عقوبت میں بہت جلد تبدیل ہوجاتی ہے اور مقصد سیرت نگاری مسخ ہو کر رہ جاتا ہے اس سلسلہ میں وہ آیات پیش نہیں کرنا ہیں جو مجاہدین، صابرین، شہدار صالحین کی عمومی مدح ہیں چند خاص مقام پر توجہ مبذول کرنا ہے جو زبان عصمت کا رشحۂ فکر ہیں اور اوس کو ذاتی رائے سے کوئی لگاؤ نہیں وہ کل معصومین کے تصورات ہیں۔

(۱) فلما احس عیسیٰ منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ پھر جب حضرت عیسیٰ نے اون کا کفر پر اڑے رہنا دیکھا تو فرمایا کون ایسا ہے جو خدا کی طرف ہو کر میرا مددگار بنے یہ سنکر حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں سورہ نمبر ۳ آیت نمبر ۵۲ یہ آیت امام مظلوم کی مدد کرنے والوں پر کھلی ہوئی دلیل اس لئے ہے کہ جب حسینؑ کی نصرت کرنے والے اللہ کے ناصر ہوئے تو ماحول کی زیادہ سے زیادہ سختیاں سامنے آئیں اور یہ مسئلہ طے ہوا کہ انبیار و اوصیار ذات باری سے اس قدر قریب ہیں کہ اون کی مدد خدا کی مدد ہے معصوم کا زیارت شہدار میں السلام علیکم یا انصار اللہ کہنا وعدِ عیسیٰ کو سامنے لاتا ہے اور الفاظ زیارت کی جامعیت ثابت ہوتی ہے اور زیارت تفسیر قرآن کی حیثیت رکھتی ہے اگر مددگار عیسیٰ مددگار خدا ہے تو امام حسینؑ کی نصرت کرنے والا اسی نظریہ سے رسولؐ اور فاطمہ زہراؑ اور امام حسنؑ کا ناصر ہے اس لئے ان حضرات میں سب کا مقصد ایک تھا اور ایک زیارت میں انصار الاسلام کی لفظ

لہ مفاتیح الجنان صفحہ ۴۲۴ طبع طہران تقطیع ۱۸-۲۲

سے بھی یاد کیا ہے جو نکر امام کا حرف آخر ہے۔

(۲) وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر فما وھنو لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین (اور مسلمانوا کچھ تمہیں نہیں) ایسے نبی بہت سے گذر چکے ہیں جن کے ساتھ بہتیرے اللہ والوں نے (راہِ خدا میں) جہاد کیا اور پھر ان کو راہِ خدا میں جو مصیبت پڑی ہے نہ تو انھوں نے ہمت ہاری اور نہ بودا پن کیا (اور نہ دشمن کے سامنے) گڑگڑانے لگے اور ثابت قدم رہنے والوں سے خدا الفت رکھتا ہے (سورہ نمبر ۳ آیت نمبر ۱۴۶)

یہ وہ آیہ کریمہ ہے جس کے ذیل میں مکمل کتاب سپرد قلم کر چکا ہوں معصوم نے زیارت شہداء میں اس آیت کا اقتباس کیا ہے اصل الفاظ زیارت یہ ہیں۔

اشھد انکم انصار اللہ کما قال اللہ عزّ وجلّ وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا فما ضعفتھم وما استکنتم حتی لقیتم اللہ علی سبیل الحق میں گواہ ہوں کہ تم ناصران خدا ہو جیسا کہ خدائے برتر فرماتا ہے کتنے ہی نبی وہ گذرے ہیں جن کے ساتھ بیشتر خدا والوں نے جہاد کیا اور اللہ کی راہ میں ان پر جو گذری وہ کمزور نہیں ہوئے اور نہ بزدل ہوئے اور نہ دشمن سے دبے یہاں تک کہ تم نے اللہ سے ملاقات کی حق کی راہ میں۔

اس تخاطب کا یہ نتیجہ ہے کہ انصار امام "ربی" کی منزل پر تھے اور یہ وہ گروہ

لہ تحفۃ الزائر علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ

www.kitabmart.in

ہے جس کے نام کو قدرت نے پردہ خفا میں رکھا اور خدمات پیش کئے تاکہ آیت کا دامن وسیع ہوتا ہے اور امام زمانہ کے ساتھ جنگ کرنے والے لفظ کا مصداق ہو

(۳) ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارڈالے گئے انھیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ لوگ جیتے (جاگتے موجود) ہیں اپنے پروردگار کی سرکار سے روزی پاتے ہیں سورہ نمبر ۳ آیت نمبر ۱۶۹، اس آیہ کریمہ کی بے پناہ وسعت میں شہداء کربلا کے داخل ہونے کا یہ ثبوت ہے اشھد انکم احیاء عند ربکم ترزقون فجزاکم اللہ من الاسلام واھلہ افضل جزاء المحسنین[له] وجمع بیننا و بینکم فی محل النعیم میں گواہ ہوں کہ تم سب کے سب زندہ ہو اور اپنے رب کے یہاں سے رزق پاتے ہو تم کو اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے بہترین نیکوکاروں کی جزا ملے اور ہمارا اور تمہارا بہشت نعیم میں ساتھ کرے۔ معصومین کی زبان الہام ترجمان سے انصار امام کے ساتھ ایک درجہ میں یکجا ہونے کی تمنا اون کی بلندی مرتبت پر بہت ٹھوس دلیل ہے۔

(۴) ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار پالنے والا ہمارے گناہ بخشدے اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کردے اور ہم کو نیکوں کے ساتھ دنیا سے اوٹھا سورہ نمبر ۳ آیت ۱۹۳ زیارت میں ارشاد ہوا ہے السلام علیکم یا ابرار اللہ ہنا کربلا والے اس آیہ میں بھی شریک ہیں[له]۔

له مفاتیح صفحہ ۴۴۲

(۵) ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا
جس شخص نے خدا ورسول کی اطاعت کی تو ایسے لوگ اون کے ساتھ ہوں گے جنھیں خدا نے اپنی نعمتیں دی ہیں یعنی انبیار اور صدیقین اور شہدار و صالحین اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں سورہ ۴ نمبر ۴ آیت نمبر ۶۹ اس آیہ کریمہ کے شہدار کربلا پر تبصرہ میں دو پہلو ہیں (۱) زیارت کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ تمہ آیت کے وہ لفظ بلفظ مصداق ہیں چنانچہ اس آیہ کریمہ کو زیارت حضرت عباسؑ میں شہدار کربلا سے اس طرح قریب قرار دیا ہے۔[۱] وحشرک مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا اشھد انک لم تھن و لم تنکل۔ آپ کا حشر انبیار اور صدیقوں اور شہدار اور صلحار کے ساتھ ہوگا اور وہ کیا اچھے ساتھی ہیں میں گواہ ہوں کہ آپ کمزور نہیں ہوئے اور نہ دشمن سے مرعوب ہوئے (۲) یہ حضرات خود صدیق و شہدار کی منزل پر ہیں جیسا کہ شہدائے قدر کی زیارت میں وارد ہوا ہے کہ جب زیارت امام حسینؑ سے فارغ ہو تو پائین پا رخ کرکے انصار سے کہے۔[۲] السلام علیکم ایھا الصدیقون السلام علیکم ایھا الشھداء الصابرون سلام ہو تم پر اے صدیقون اور اے نیک کردار شہیدوں زیارتیں آیات قرآن کی روشنی میں مرتب ہوئی ہیں۔

(۶) لئن اصابکم فضل من اللہ لیقولن کان لم تکن بینکم و

---

[۱] مفاتیح الجنان ص ۴۳۵ [۲] ص ۴۴۶ ایضاً

بینہ مودۃ یالیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیما اگر خدانے تم پر فضل
کیا (اور) دشمن پر غالب آئے، تو اس طرح اجنبی بن کے کہ گویا تم میں اور اوس
میں کبھی کی محبت ہی نہ تھی یوں کہنے لگے کہ اے کاش میں بھی اون کے ساتھ ہوتا تو
میں بھی بڑی کامیابی حاصل کرتا سورہ نمبر ۴ آیت نمبر ۷۳۔ آیہ کریمہ کے مختتمہ الفاظ
تھی ہیں جس پر سائر شہدار کی زیارت ختم ہوتی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام
کے تصورات میں انحضرات کا اس آیہ میں بھی دخل ہے یا انصار ابی عبد اللہ
بابی انتم وامی طبتم وطابت الارض التی فیھا دفنتم وفزتم فوزا عظیما
فیالیتنی کنت معکم فافوز معکم زاد المعاد مترجم میں فارسی ترجمہ ملاحظہ
ہو۔ اے یاوران ابی عبد اللہ فدا باد پدر من شما را و مادر من خوشا حال شما و خوشا
حال زمینی کہ دران مدفون شدند و فیروزی یافتند شما را فیروزی بزرگ پس
اے کاش من می بودمے با شما پس فیروزی یافتمے با شما

(۷) لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی
بن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون بنی اسرائیل میں سے جو لوگ
کافر تھے اون پر داؤد اور مریم کے بیٹے کی زبانی لعنت کی گئی ہے یہ لعنت ان
پر پڑی تو صرف) اس وجہ سے کہ (ایک تو) ان لوگوں نے نافرمانی کی اور پھر (ہر
معاملہ میں) حد سے بڑھ جاتے تھے سورہ نمبر ۵۔ آیت نمبر ۷۸

امام موسی کاظمؑ نے جو مختصر زیارت ابراہیم بن ابی البلاد کو تعلیم کی اوس کا
مختتمہ حصہ اسی آیہ کے مفہوم کو زندہ کرتا ہے۔ میں گواہ ہوں کہ جس نے آپ کا

لہ مفاتیح الجنان صفحہ ۴۲

خون بہایا اور حرمت ضائع کی۔ ملعونوں معذبوں علی لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ وہ سب کے سب عذاب یافتہ اور ملعون ہیں بزبان داؤد اور عیسیٰ بن مریم یہ سزا ہے نافرمانی اور حد سے گذرنے کی۔

(۸) من یھدی اللہ فھو المھتدی راہ پر بس وہی شخص ہے جس کی خدا ہدایت کرے سورہ نمبر ۷ آیت نمبر ۱۷۸۔ نیمہ رجب کی زیارت میں اصحاب حسین پر سلام کے ساتھ یہ بھی ہے السّلام علیکم یا مھدیون[1] اور بعض نسخوں میں یا مھدیین ہے۔ سپاہ قلیل میں جو جو تھا وہ مہدی کہے جانے کے لائق ہے جس پر سلام ہوا ہے۔

(۹) واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیھا مادامت السّموات والارض سورہ نمبر ۱۱ آیت نمبر ۱۰۸۔ اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ تو بہشت میں ہوں گے ہمیشہ رہتی زندگی تک۔ اس آیہ کی روشنی میں زیارت کا یہ فقرہ قابل غور ہے اشھد انّکم الشھداء والسعداء وانّکم الفائزون[2] فی الدرجات العلی میں گواہ ہوں کہ تم شہدا اور نیک بختوں میں ہو اور تم اونچے سے اونچے درجوں تک پہونچے۔

(۱۰) جو لوگ خوشنودی خدا کے لئے دنیاوی مصائب پر صبر کرتے رہے وہ جب داخل بہشت ہوں گے تو فرشتے تہنیت کے لئے اون کے پاس آئیں گے۔

---

[1] مفاتیح صفحہ ۴۲۲ [2] مفاتیح الجنان ص ۴۲۴

والملائکۃ یدخلون علیھم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار فرشتے بہشت کے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے، اور سلام علیکم کے بعد کہیں گے دنیا میں تم نے صبر کیا یہ اسی کا صلہ ہے دیکھو تو آخرت کا گھر کیا اچھا ہے سورہ نمبر ۱۳۔ آیت نمبر ۲۴۔ انصار امام کی زیارت میں وارد ہوا ہے۔

السلام علیکم ایھا الذابون عن توحید اللہ السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ سلام خدا ہو آپ پر اے توحید الٰہی کے مددگار آپ سب پر سلام ہو صبر کے صلہ میں آخرت کا گھر بہت خوشنما ہے۔[1]

(۱۱) فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا ان میں سے کچھ وہ ہیں جو مر کر اپنا وقت پورا کر گئے اور بعض حکم خدا کے منتظر بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات ذرا بھی نہیں بدلی سورہ نمبر ۳۳۔ آیت نمبر ۲۳۔ یہ وہ آیہ کریمہ ہے جس کو امام حسین ع نے بعض ناصروں کی شہادت اور بعض کے اذنِ جہاد طلب کرنے پر تلاوت کیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر قتل ہونے والا اس آیت کا مصداق اور باقی رہنے والا منتظر اور پھر یہ منتظر نحبہ کی منزل پر۔ تاسخ التواریخ ص۲۶۳، ۲۷۶، ۲۷۰

(۱۲) ان تقول نفس یحسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ وان کنت لمن الساخرین دکہیں ایسا نہ ہو کہ تم میں سے) کوئی شخص کہنے لگے کہ ہائے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی بارگاہ کا تقرب حاصل کرنے میں کی اور میں تو بس ان باتوں کا مضحکہ اڑاتا رہا سورہ نمبر ۳۹ آیت نمبر ۵۶۔ جنب اللہ ائمہ طاہرین

---

[1] مفاتیح ص۴۵۰

ہیں اور سلیمان بلخی کو بھی یہ مطلب تسلیم ہے دیکھو ینابیع المودۃ ص۹۵ و ۴۷۰ طبع اسلامبول

زیارت انصار امام میں ہے اشہد انکم جاہدتم فی سبیل اللہ و صبرتم علی الاذی فی جنب اللہ ونصحتم للہ ولرسولہ حتی اتاکم الیقین میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سب نے راہ خدا میں جہاد کیا اور ان تکلیفوں پر صبر کیا جو محبت اہلبیت کے سلسلہ میں پہونچائی گئیں اور تم سب نے خدا اور رسول کے لئے نصیحت میں کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا یہاں تک کہ موت آگئی۔

(۱۳) بدکردار طبقہ کا دوزخ میں پہونچنا اور ملائکہ کا انسانی ہمدردی میں استفسار کہ تم کو ڈرانے والا نہیں ملا اس مقام پر ارشاد ہوتا ہے الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم ایات ربکم وینذرونکم لقاء یومکم ھذا قالوا بلی ولکن حقت کلمۃ العذاب علی الکافرین۔ خازن جنان کہے گا۔ کیا تمہیں لوگوں میں کے پیغمبر تمہارے پاس نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور تم کو اس روز بد کے پیش آنے سے ڈراتے۔ وہ لوگ جواب دینگے کہ ہاں آئے تو تھے مگر ہم نے نہ مانا اور عذاب کا حکم کافروں کے بارے میں پورا ہو کر رہا سورہ نمبر ۳۹۔ آیت نمبر ۷۱ امام حسینؑ کے کربلا میں داخل ہونے پر ابن زیاد کا نامہ آیا اور اوس نے بیعت یزید کی تحریر ہے کر جواب مانگا امام حسینؑ نے فرمایا مالہ عندی جواب لانہ قد حقت علیہ کلمۃ العذاب میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں

لہ مقاتل ص۴۶

اس لئے کہ دشمن کو عذاب الہٰی کا حق پیدا ہو چکا ہے ناسخ التواریخ صفحہ ۲۲

(۱۴) فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین (بحر قنا میں غرق ہونے والے جو کچھ چھوڑ گئے اون کے مالک دوسرے لوگ قرار پائے) ان پر آسمان وزمین نہیں روئے اور نہ انہیں مہلت ہی دی گئی۔ سورہ نمبر ۴۴۔ آیت نمبر ۲۹۔

نیمہ رجب وشعبان کی زیارت مخصوصہ میں ہے یا ابا عبد اللہ اشھد لقد اقشعرت لدمائکم اظلۃ العرش مع اظلۃ الخلائق وبکتکم السماء والارض وسکان الجنان والبر والبحر آپ کے خون بہنے سے عالم مجردات کے رونگٹے کھڑے ہوئے اور انسانیت کی دنیا تو لرزہ براندام تھی ہی اور آپ پر آسمان وزمین روئے اور بہشت کے رہنے والے اور خشکی اور ترائی نے گریہ کیا۔

دوسرا مقدمہ

بوڑھاپا یہ جھریاں نہیں ہاتھوں پر ضعف پیری نے + چنا ہے جامۂ ہستی کی آستینوں کو

شباب رفتہ مومن کے لئے پیام جاودانی ہے مگر اس منزل سے گزرنے کے لئے جن سختیوں کا انسان کو سامنا ہوتا ہے وہ ناگزیر ہیں حتیٰ کہ مرشہیر مرکز عیوب سمجھا جاتا ہے

"پیری وصد عیب چنیں گفتہ اند" اس مصرعہ سعدیؒ کے معانی میں اہل تحقیق نے کہا ہے کہ حرف واؤ مع کے معنوں میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ واؤ تسویہ ہے یعنی بوڑھاپا سو عیب کے برابر ہے قرآن مجید بھی بوڑھے کے فقدان قوت اور انحطاط عقل ودماغ کو دیکھتے ہوئے آزادی سے فیصلہ کر رہا ہے ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اسے بناوٹ میں جھکا دیتے ہیں تفسیر میں ہے کہ خلقت میں انقلاب

پیدا ہوتا ہے اور حالات منعکس ہو جاتے ہیں اور وہ وقت آتا ہے کہ جس کو رذل عمر بھی کہتے ہیں یہ درجہ ۵۰ برس کے سن میں اور بقول بعض سو برس کے سن میں آتا ہے اور وہ حالت ہو جاتی ہے کہ بچہ سے مشابہت پیدا ہوتی ہے باعتبار جسمانی ضعف اور عقل وغیرہ کے اردو کی مثل بوڑھا اور بالا برابر ہے کلام ائمہ سے ماخوذ ہے۔ شارع نے بوڑھے کو غیر معمولی عزت دی ہے۔ اپنے احکام میں بہتیرے آئین سے اس کو مستثنیٰ کیا ہے ابو عینا عرب کا مشہور بوڑھا، اس سے بعض حکما نے کہا کہ تم نے اسی مرض میں صبح کی ہے جس کی لوگ دعائیں کرتے ہیں یعنی بوڑھا ہونا وہ بیماری ہے جو مرادیں مانگ کے ہاتھ آتی ہے۔

بوڑھے پر روزہ ساقط ہے اگر اس کی قوت وفا نہیں کرتی نماز جمعہ کی حاضری، جہاد کی شرکت واجب نہیں۔ سرکار دو عالم کا ارشاد ہے۔ اگر دودھ پیتے بچے اور کمر جھکے ہوئے بوڑھے اور زمین پر چرنے والے بہائم نہ ہوں تو تم پر عذاب پھٹ پڑے (ذکری شہید ص ۱۵۲) اصل حدیث میں صبت علیکم العذاب صبا کی ہیبتناک لفظیں ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دپیر کی نگاہ ربوبیت میں خاص عزت ہے دوسری حدیث میں ہے کہ جب نوے برس عمر انسانی کے پورے ہو جاتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں یہ ہے اللہ کا قیدی اس کی زمین میں اس کے گناہ عفو ہو گئے اور یہ اپنے گھرانے کے ۰ ، آدمیوں کی شفاعت کرے گا وہ حکمت افروز اور روح آموز خطبہ جو سرکار دو عالم نے آخر ماہ شعبان میں ماہ رمضان کے خیر مقدم میں پڑھا اس خطبہ میں فرمایا ہے وقروا کبارکم اپنے بوڑھوں کا وقار کرو اگر احکام خدا و رسول پر عمل کیا جائے تو وہ تہذیب مسلمانوں

میں پیدا ہو جو مطلوب ایزدی ہو اور مطابق فطرت ہے ادھر بوڑھے پر جہاد ساقط کیا ادھر جہاد میں جانے والے سپاہیوں کو جو آداب حرب تعلیم کئے ہیں اس میں پسند نہیں کیا کہ کبیر السن پر تلوار لگائی جائے اور بوڑھے کے خون سے کسی مجاہد کا ہاتھ رنگین ہو۔ ابو حمزہ ثمالی کی روایت میں ہے کہ پیغمبر جب کسی جنگ میں مسلمانوں کو روانہ کرتے تھے تو فوج کے روبرو اپنے ہدایت کرتے تھے سیروا بسم اللہ وباللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ خدا کا نام لے کر روانہ ہو اور لڑائی خدا ہی کے اور اس کی رسولؐ کی ملت کو زیر نظر رکھتے ہوئے ہو" ملک گیری یا طمع مال غنیمت یا کسی کافر مشرک سے ذاتی رنجش کے سلسلہ میں جنگ نہ ہو۔ فرماتے ہیں آئین جنگ میں غلو نہ ہو جن کو تہ تیغ کرنا ان کے جسم کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہرگز نہ ہوں۔ مکر و فریب سے جہاد نہ ہو۔ کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا جس کی قوتیں فنا ہو رہی ہوں اور بچہ بھی کوئی ہلاک نہ ہو عورت پر ہاتھ نہ اٹھے (بلکہ) درخت بھی نہ کاٹنا جب تک ضرورت نہ پڑے یہ ہدایات احادیث کافی میں موجود ہیں اور متفق یا غیر اختلافی ہیں۔ فریقین میں کسی کو عذر نہیں کہ بوڑھے پر جہاد ساقط ہے۔ پیغمبر خدا کا عمل بھی یہی تھا کہ سلمان فارسی نے جہاد میں شرکت نہیں کی جنگ خندق میں ان کے مشورہ سے زمین کھودی گئی وہ تین سو پچاس کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوئے ضعف پیری نوع بشر کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ہے لیکن بال سپید ہونے کی ابتدا حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے ہوئی اور اس طرح پسر و پدر میں امتیاز ہو حضرت یعقوب علی نبینا علیہ وآلہ السلام کی زندگی ہمہ تن مصیبت تھی اس لئے ان پر بوڑھاپے کا اثر بھی زیادہ تھا چنانچہ ان کے حالات میں قد سقط حاجبیہ

ان کی بھویں (ابرو) آنکھوں پر جھک پڑی تھیں[۱] بوڑھاپے کا یہ وہ منظر ہے جو تفسیر میں
آگیا اب ذرا خود قرآن حکیم تو صدر سورۂ مریم میں حضرت زکریا کا شکوہ پیرانہ سالی دیکھو
رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیباً (سورہ نمبر ۱۹) پالنے والے میری
ہڈیاں ناتواں اور بوڑھاپے سے سر سفید ہے یہ بوڑھاپے کی صحیح تصویریں ہیں جن کی قرآن
حکایت کر رہا ہے انھیں صادقین کے گروہ میں کچھ راست گو نہ تھے جو مصلحت وقت کی آڑ میں
بوڑھے بن کر ترجمانی حق میں پہلو تہی کرتے تھے چنانچہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب
نے جب منبر پر خطبہ پڑھ کر صحابہ کرام سے حدیث پر گواہی طلب کی تو انس بن مالک نے کہا
تھا یا امیرالمومنین کبرت ونسیت میں بڈھا ہوں مجھے کچھ یاد نہیں یہ دنیا سازی
دیکھ کر مولا نے خدا سے شکوہ کیا اور فیصلہ اس پر چھوڑا میرے معبود انس اگر سچا نہیں
ہے تو اسے سفیدی کے مرض میں مبتلا کر دے جو چھپانے سے چھپ نہ سکے بددعا سے پیشانی
پر برص کا داغ نمودار ہوا جس کو عمامہ چھپا نہیں سکتا[۲] تھا۔

کیا واقعہ کربلا میں کسی مرد پیر نے حق پوشی کی کیا حسین مظلوم کے ساتھیوں میں کسی
نے اپنی ناتوانی کا اظہار کیا کیا یزیدی دور میں آئین اسلام بدل نہیں گئے تھے اگر اسلام
حقیقی باقی ہوتا واقعہ کربلا کے بوڑھوں جابر بن عروہ حبیب ابن مظاہر اسدی کے میدان
جنگ میں قدم رکھتے پر فوج یزید نے ہتھیار ڈال دیئے ہوتے اور کہنا چاہیے تھا کہ پیغمبر نے
بوڑھوں کو قتل کرنے سے روکا ہے بجائے اس کے ایسے شیوخ کا تیروں تلواروں سے
مقابلہ انتہائی بزدلی تھی۔

---

[۱] مفاتیح الغیب ج ۳ صلا و ۷۶ [۲] ارجح المطالب صفحہ ۶۶

بوڑھاپے کے موضوع پر ڈاکٹر عبدالرحیم پراچہ نے طویل مقالہ لکھا شیفلڈ یونیورسٹی کے ایک قابل شخصیت پروفیسر ہابسن نے پیرانہ سالی کے موضوع پر کافی ریسرچ کی ہے ان کا مقولہ ہے کہ انسان ستر سالہ ہونے کے باوجود سوسائٹی کے لیے کارآمد اور مفید ثابت ہو سکتا ہے ایسے بہت سے افراد کی مثالیں موجود ہیں جنھوں نے اسی عمر میں اپنی ذہانت قابلیت کا ثبوت دیا ہے مثال کے طور پر برنارڈ شا گلبرٹ، مرے، برٹرینڈ رسل، ونسٹن چرچل وغیرہ کے نام پیش کیے جا سکتے ہیں آلور وینڈل ہومز نے اپنی مشہور کتاب اور دی ٹی کپ ۸۰ سال کی عمر میں لکھی گوئٹے فرینکلن والٹیر جان ڈیوس اور کئی دیگر مشہور اشخاص نے اپنی زندگی کے معرکہ آرا کارنامے ۷۰ سال بلکہ اس سے بھی تجاوز کر کے سرانجام دیے۔

سقراطؑ نے سیفالوس سے پوچھا کہ اپنے تاثرات ضعیفی کے بارے میں کچھ بیان کرے جواب دیا یہ صحیح ہے کہ پیری میں انسان کی بعض قوتیں رو بانحطاط ہوتی ہیں لیکن بعض دوسری قوتیں ابھر آتی ہیں عقل پختہ ہوتی ہے طبیعت میں ٹھیراؤ پیدا ہوتا ہے نظر وسیع ہو جاتی ہے اور جوانی کے مقابلے میں زیادہ آزاد محسوس ہوتا ہے جوانی میں وہ اکثر ایسی خواہشات سے مغلوب رہتا ہے جو اس کی قوت فیصلہ کو متاثر کرتی رہتی ہے پیری میں وہ اس غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

واقعہ کربلا خصوصی آئین کی تحت میں تھا اور سپاہ قلیل کا جہاد قربانی تھی جنگ نہ تھی نیا دستور عمل تھا جو بدر سے حنین تک کام میں لایا گیا بوڑھوں میں عورتیں اور مرد برابر سے اس جدوجہد میں شریک تھے حضرت فاطمہ زہراؓ کی کنیز فضہ ان کے سن و سال کا اندازہ کرو

۱؎ اخبار جنگ کراچی مورخہ ۵ جون ۱۹۶۱ء ۲؎ ایضاً مورخہ ۲۶ ستمبر

ساتویں محرم سے جس پر پانی بند تھا اوس میں یہ خاتون سن رسیدہ بھی تھیں ماں کی لونڈی نانا کی صحابیہ، باپ کی کنیز۔

جن کے ہاتھوں میں رعشہ تھا جن کے سر ہلتے تھے وہ حسینیت میں شریک تھے۔

تیسرا مقدمہ

خضاب جن احادیث میں ہمارے معاشرہ کی اصلاح وارد ہوئی ہے وہاں خضاب کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور مکارم اخلاق کی کتابوں میں سپید بالوں کو سیاہ کرنے کا خاص باب ہے جسمانی خوبصورتی کے ساتھ بعض بیماریوں سے تحفظ کا وعدہ ہے آخرت میں ثواب کا حقدار اور ماجور و مثاب ہونے کا ذکر ہے اور سیرت انبیاء رہی ہے کہ سپید داڑھیاں سیاہ نظر آئیں۔

آج جبکہ مرد کے چہرے پر داڑھی کا وجود نہ رہا یہ بحث بیکار سمجھی جائے گی مگر جس دور رفتہ کا حال سپرد قلم ہو رہا ہے اوس وقت کی ترجمانی میں مرد کی اس خصوصیت کو محاسن کہتے تھے اس لئے مختصر بحث ضروری معلوم ہوتی ہے مستحب اوسی فعل کو کہتے ہیں جس کا ثواب رسول مقبول نے ارشاد فرمایا ہے یا کبھی اس فعل کو خود کیا سیرت سرور دو عالم اور اسوۂ حسنہ پر ہم کو یہ پوچھنے کا حق نہیں ہے کہ ایسا کیوں ہے مگر یہ کہ جن اخبار میں علت بھی بتا دی ہے وہ استفسار سے مستغنی ہیں چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ خضاب باعث محبوبیت نسواں اور سبب خوف و بیم کفار ہے۔

تاهلی زندگی میں سفید بال رشتۂ محبت میں استحکام پیدا ہونے نہیں دیتے اور اگر

ہمارا فوجی دستہ سپید داڑھیوں والا دشمن کے مقابلے کو نکلے تو مشرکین سمجھ لیں گے کہ

ان کمزور بوڑھوں کو مار لینا کچھ بڑی بات نہیں ہے خضاب پردہ پوشش حیات ہے

اس کے علاوہ ایک تعلیمی پہلو یہ بھی ہے کہ بوڑھا جوان کی شبیہ بنا یہ تمثیل

ناجائز نہیں ہے ارباب عقل اور بھی اسرار دریافت کرسکتے ہیں ذوق دہلوی نے ایک اور

مفید معنی بتلائے ہیں ؎

نہیں خضاب سے مطلب ہمیں یہ موئے سفید سیاہ پوش ہوئے ماتم جوانی میں

مولوی عبداللہ بلگرامی پروفیسر عربی کالج بنارس شرح میں لکھتے ہیں یعنی ہم نے

جو خضاب کیا ہے اوس سے بالوں کا سیاہ کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ موئے سپید نے

جوانی جانے کے ماتم میں یہ لباس پہنا ہے جیسا دستور ہے کہ عزیزوں کے ماتم میں سیاہ

کپڑے پہنتے ہیں [1] سیرت ائمہ طاہرین میں خضاب کے ثبوت بھی ہیں اور ریش مبارک

میں خضاب نہ ہونے کی بھی۔

تصریح ہے جب خدمت حضرت امیرؑ میں عرض کیا تو غیرت شیبکؑ اگر سفید ریش

کو خضاب کے رنگ میں تبدیل کر دیتے تو فرمایا الخضاب زینۃ ونحن قوم فی

مصیبۃ خضاب بیشک آرائش ہے مگر ہم وہ قوم ہیں جو مصیبت زدہ ہیں داغ رسول

ہیں، شارحین نے معنی تو یہی بتلائے ہیں مگر عقلی وجہ یہ ہے کہ سیاہ داڑھی پر خون اپنا

اثر کر کے نمایاں نہیں رہ سکتا اور سفید بالوں پر خون کا رنگ اچھی طرح چڑھتا ہے۔

رسول ؐ کی پیشین گوئی ہو چکی تھی کہ تمہاری داڑھی سر کے خون سے خضاب ہو گی اس

---

[1] حل غوامض ص ۲۳ مطبوعہ اگست ۱۸۸۶ء

وقت کا انتظار تھا اور پیشین گوئی کا پس منظر یہ تھا کہ استحباب سب کے لئے ہے مگر علی مستثنیٰ ہیں یہی زاویہ نگاہ ہے کہ حبیب بن مظاہر نے خضاب ہاتھوں سے پھینکا اور امیرالمومنین علیہ السلام کے واقعہ کربلا پر منظومات کے ایک شعر میں انصار امام کی خون سے رنگین داڑھیاں شامل ہیں ؎

کانی بنفسی واعقابہا وبالکربلاء ومحرابہا فتخضب منا اللحیٰ بالدماء

خضاب العروس باثوابہا گویا من بنفس خود و اولاد نفس خود و اولاد اولاد در کربلا ایم و در جائے جنگ آن کربلا ایم رنگ کردہ میشود از ما ریشہا از خونہا مانند رنگ کردن عروس را بہ پارچہ ہائے انہا (دیوان حضرت علی ص ۲۲ طبع ۱۲۹۹ھ)

میں بذات خود اور اپنے کنبہ کے بعد میں آنے والوں کو دیکھ رہا ہوں کہ کربلا میں ہوں جہاں جنگ و جدل ہو رہا ہے اور ہماری داڑھیاں خون سے اس طرح رنگین ہو رہی ہیں جیسے دلہن کے کپڑے رنگین ہوں۔ خلعت ہمنا میں حبیب بن مظاہر داخل ہیں۔

قرآن کا فیصلہ ہے کہ موت کا شوق انسان کو ولی بناتا ہے اصحاب حسینؑ یقیناً اللہ کے ولی ہیں۔

فصحاء بلغاء کا قاعدہ ہے کہ وہ جس حادثہ پر اپنے تاثرات پیش کرتے ہیں اس کے مناسب الفاظ استعمال کرتے ہیں خصوصاً وہ طبقہ جو پیروی کرتا ہے اسلاف کی حکیم خسرو شاہ نظامی نے رحمت باغ حیدرآباد دکن میں ایک مجلس بروز عاشورہ پڑھی اور معصومہ عالم کا شہادت حسینؑ سے مضطربانہ بیان زبان تک لائے۔

جب وہ وقت خاص آجائے گا جس کی وجہ سے باباجان نے تمہارا

مبارک حلقوم چوما تو تم اپنی ماں کی روح کو اپنے قریب دیکھو گے تمہاری ماں اس وقت میدان کربلا میں اپنے دامن سے وہ زمین صاف کر رہی ہوگی جہاں تم اپنے محبوب حقیقی سے سر سے پیر تک خون شہادت عظمیٰ میں ڈوبے ہوئے جا ملو گے آہ آہ کیا خوب حضرت جد امجد اعلی اللہ مقامہ نے کہا ہے ؎

دیکھو شہ لولاک کے نوشاہ کا رنگ	دیکھو علی و فاطمہ کے ماہ کا رنگ
ڈوبے ہوئے ہیں رنگ شہادت میں حسینؑ	ہے جامہ عبدیت میں اللہ کا رنگ

ہاں ڈوبے ہوئے ہیں خون شہادت میں حسینؑ

(فائدہ) خضاب کو سنت نبوی قرار پانے میں ایک بہت باریک تعلیمی پہلو یہ ہے کہ بوڑھوں کو جوان کی شبیہ بنانا اگر اسلام نے جائز رکھا تو ضریح حسینؑ کی نقل تعزیہ تابوت امام حسینؑ کی شبیہ، تابوت راہوار مظلوم کربلا کی تصویر ذوالجناح کو قرار دیں تو بدعت کہاں ہو سکتا ہے اب تو تعزیہ داری کا جواز صدر ناصر کی موت پر زیادہ سے زیادہ ثابت ہو گیا پندرہ ہزار عرب[2] مظاہرین نے مقبوضہ بیت المقدس میں نقلی تابوت لیکر جلوس نکالا اور سیاہ کپڑے پہنے ہوئے زار و قطار روتے ہوئے مسجد اقصیٰ تک گئے یہ یکم اکتوبر کا واقعہ ہے۔

---

[1] منادی دہلی ۱۹۲۶ء دوسرا شمارہ [2] اخبار جنگ کراچی مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۷۰ء و ۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء

چوتھا مقدمہ

نامہ و پیام کی مختصر تاریخ اور اسلامی آداب

ایک زمانہ وہ تھا کہ نامہ بری جوئے شیر لانے کے مترادف تھی شاخِ آہو پر خط گردنِ کبوتر میں خط عشاق کا شغل تھا اور قلعہ میں محصور ہو جانے والے تیروں میں کاغذ کا پرزہ منسلک کر کے کمک مانگتے تھے اگر تیر حلیف جماعت تک پہونچ گیا تو دشمن کے پنجے سے رہائی حاصل کرتے لغت عرب میں ایک لفظ قصب الجیب ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جامہ تلاشی میں اگر خط کے تلف ہو جانے کا ڈر ہو تو بجائے لفافہ کے نرکل میں خط لپیٹ کر دور دراز ملکوں میں جیب میں رکھ کر لے جاتے تھے اور خط بحفاظت پہونچ جاتا حضرت سلیمانؑ نے اپنے تبلیغی خط میں ہوائی ڈاک استعمال کی اور قرآن حکیم میں یہ نامہ بری ہدہد پرندگی عزت کے ساتھ مذکور ہے (سورہ نمل پ ۱۹)

اسلام نے مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی کو مذہبی جامہ پہنایا اور آئین قرار دے کر ضابطہ کا پابند بنایا اور خط کے جواب کی اتنی اہمیت قرار دی کہ بعض علماء وجوب کے قائل ہو گئے خصوصاً جس خط کی ابتدا سلام علیکم سے ہو اسی کے ساتھ انسان کے خطا و نسیان کے مرکب ہونے کو دیکھتے ہوئے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے حکم دیا کہ جب کسی خط کو تمام کر لو تو اس پر دوبارہ نظر کرو یہ تحریر کی تتمیم نہیں ہے بلکہ تمہاری عقل پر مہر ہے[۱] وہ قدیم زمانہ کی سیاہی جس کو خشک

---

[۱] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید

گئے بغیر ورق اولٹا نہ جاتا تھا اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے کئی حدیثوں میں ارشاد ہوا ہے کہ اترِبوا الکتاب[1] جب خط لکھو تو اوس پر مٹی چھڑکو بدنصیب مسلمانوں سے یہ رواج رفتہ رفتہ اوٹھ گیا اور غیر مسلم ہندو تھا جنوں نے اپنے کھاتہ لکھتے وقت بالو چھڑکنا شروع کیا سامان کتابت میں مسطر، وصلی، قلم دوات مقوی کے ساتھ گرد و غبار کی پیتل یا تانبے کی ڈبیا ہونا بھی منشی کے لئے ضروری تھا مسلمان چونکہ فروتنی پسند گروہ ہے اس لئے مٹی سے پرہیز نہ کرنا اوس کی فطرت میں داخل ہے اور مذہب نے احکام میں تراب سے کبھی تیمم کی صورت میں قریب رکھا مرقومہ بالا اسباب کتابت عصر حاضر کے سامنے محتاج تعارف بلکہ آثارِ قدیمہ ہو کر رہ گئے ہیں۔

حضور سرورِ عالم نے جو خطوط ہمعصر سلاطین کو بھیجے وہ مختصر تھے اور مکاتیبِ حضرت علیؑ بھی طولانی نہ ہوتے تھے سب سے پہلے حاکم شام معویہ نے خط میں طول دیا اور تاریخ گواہ ہے کہ ملکہ الیزبتھ[2] کے درباری کا طویل ترین خط جو اس نے اپنی محبوبہ کو لکھا تھا وہ چار سو بار یک صفحات پر برطانوی عجائب خانہ میں موجود ہے۔ احادیث میں سختی سے ممانعت ہے کہ غیر کا خط نہ پڑھو اس سلسلہ میں ایک مکمل حدیث ملاحظہ ہو جس کو حافظ سلیمان بن اشعث ابی داؤد سجستانی نے یوں روایت کیا ہے۔

حدثنا عبد اللّٰه[3] بن مسلمہ نا عبد الملک بن محمد بن ایمن عن عبد اللّٰه بن یعقوب بن اسحاق عن من حدثہ عن محمد بن کعب القرظی

---

[1] مجمع البحرین لغت حدیث ص ۳۶ و ۵۰۴ طبع ایران [2] روزنامہ جنگ مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۶۲ء کراچی [3] صحیح سنن المصطفیٰ ابی داؤد ص ۲۰۹ طبع کراچی کتاب الصلوٰۃ

حدثنی عبد اللہ بن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نظر فی کتاب اخیہ بغیر اذنہ فانما ینظر فی النار (حذف اسناد و صدر حدیث کے بعد) حضور سرور دو عالم صلعم فرماتے ہیں جو اپنے برادر مسلم کا خط بغیر اس کی اجازت کے پڑھے تو وہ آگ میں نظر ڈال رہا ہے۔

شارح نے زور دے کر مفہوم حدیث پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ خلاف ورزی مستوجب دوزخ بناتی ہے حدیث مطابق عقل اور ذوق سلیم کو قبول کرنے میں عذر نہیں ہے فقہ جعفری میں بھی یہی احترام ہے خط غیر کا آداب سفر میں اہل علم کی تحریروں سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ جب تک مسافر کا خط نہ آئے اس کو خط نہ لکھو اس میں ایک عقلی مصلحت یہ بھی ہے کہ مبادا وہ منزل پر نہ پہونچا ہو ارادہ کی تبدیلی نے اس کو کسی دوسرے مقام پر پہونچا دیا ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسلام میں نامہ بر کا احترام بھی غیر معمولی ہے علم حیوان میں اپنی جگہ ثابت ہے کہ ہدہد نامہ بر سلیمان ان کے دست شفقت کی برکت ہی سے اس تاج کا مالک ہے جو اس کے سر کی زینت ہے بلقیس کے پاس خط لے جانے سے پہلے وہ اس طرۂ امتیاز سے خالی تھا مسلم فرمانروا اس اہم خدمت کی ہمیشہ قدر کرتے رہے۔

عرب کی بعض جاسوس عورتیں اپنے بالوں کے جوڑے میں خط چھپا کر پہونچاتی تھیں فتح مکہ سے پہلے حاطب ابن ابی بلتعہ کا خط ظعینہ نامی عورت جو مشرک تھی۔ دس دینار کے صلہ میں مدینہ آکر پہونچا رہی تھی کہ وحی ایزدی نے اس سازش پر اطلاع

لہ ارجح المطالب از مطالب السئول صفحہ ۵۳

رضی اللہ مقداد و حضرت علیؓ نے عورت کا تعاقب کیا حکم رسولؐ تھا کہ اگر خط نہ دے تو قتل کر دی جائے خط کے مطالبہ پر وہ انکار کرتی تھی شیر خدا نے تلوار کھینچی تو بالوں سے خط نکالا ۔

جہانگیر بادشاہ ہند نے اپنی ملکہ کے نام خط دے کر قاصد بھیجا جو بسبب سلطنت سے خط کو جلد پہونچانا چاہتا تھا راہ میں طاقت نے جواب دیدیا پوچھنے پر معلوم ہوا کہ "دلّی دور است" زبان اردو کا یہ محاورہ اس پس منظر تاریخی پر اشارہ کرتا ہے وہاں سے راجدھانی پانچ کوس کے فاصلے پر تھی ناامیدی میں اس کی موت واقع ہوئی اور دہلی سے پانچ ہی کوس کے فاصلہ پر اس پیک کا مقبرہ اب تک موجود ہے جس پر ۱۱۳۲ھ کندہ ہے ۔

نامہ و پیام کی اہمیت نے فطرت انسانی کو مجبور کیا کہ وہ اپنے عقل و دماغ سے ان طریقوں پر غور و فکر کرے جو خط کے جلد پہونچنے کا ذریعہ ہوں جو خط عہد قدیم میں سانڈنی سوار پہونچاتے تھے وہ بغیر کسی نامہ بر کے ۱۸۵۵ء سے بجلی کے تاروں سے پہونچنے لگا برقیہ (ٹیلیگرام) کی ایجاد ایس ایف بی مورس کے ہاتھ سے ہوئی ۔ ڈاک پر حکومتوں کا کتنا روپیہ صرف ہوتا ہے اس کو اخبار بین اصحاب جانتے ہیں پاکستان کے عروس البلاد کراچی میں روزانہ اوسط ۴۹۰۳۹۶۱ خطوط اور پارسل تقسیم ہوتے ہیں اور محکمہ ڈاک نے ۵ لاکھ روپے کی لاگت سے خود کار مشین نصب کی ہے جو ایک گھنٹہ میں ۱۲ علاقوں کے ۶ ہزار خطوط علیحدہ کرتی ہے اور ممکن نہیں کہ ایک علاقہ کا خط دوسرے علاقہ میں پہونچ جائے یہ ہے خط کی قدر و قیمت یزیدیت نے عقل و تہذیب کو بھرپور طاقت سے کچل دیا تھا وہ انسانیت کا دشمن، ظلم و ستم و استبداد کا سب سے بڑا حامی، کفر و

الحاد کا وکیل باطل کو حق اور تکبر کو خیر قرار دینے والا حادثہ کربلا کے ۳ پشت سے تیار ہو رہا تھا ابو سفیانی تحریزی کو شامی دور نے پروان چڑھایا اور یزید شجرہ خبیثہ کا ثمر بن کر سردار جوانان جناں کی ہمسری پر تیار رہا اور اس نے اپنی حکومت میں ہر اچھائی کا خاتمہ کردیا نامہ بروں کو قتل کیا جس پر پیام رسانی کا شبہ تھا اس کا خون بہایا۔ آغاز واقعہ کربلا کی تمام قربانیوں کی تفصیل ناچیز کے قلم سے سوانح مسلم بن عقیل میں ملاحظہ فرمائیں اس گرد وپیش میں کیا توقع تھی کہ امام کا خط حبیب بن مظاہر کے نام پہونچ جائے اور قاصد تعمیل ارشاد میں کامیاب ہو۔ نامہ فیض شمامہ کا مضمون کیا تھا الہام آموز قلم کے حقیقت میں ڈھلے ہوئے فقرات وحی سے بچی ہوئی زبان رسالت کے لعاب کا اثر حروف کی صورت میں اگر یہ خط کسی میوزیم میں باقی رہ جاتا اگر یہ تحریر کہیں دستیاب ہوتی تو تہذیب انسانی آنکھوں سے لگاتی سر پر جگہ دیتی احسان ہے ان واقعہ نگاروں کا جنھوں نے مضمون خط کو برقرار رکھا یہ ملفوظات لامحالہ خط کے نقوش ہونگے جو حضرت امیر المومنین روحی فداہ کا رہین منت اصحاب کی یادگار ہے دیکھو۔

(۱) حدیقۃ الاقالیم مرتضی حسین عثمانی ص ۲۱

(۲) تاریخ جدید شیخ خادم علی سندیلوی ص ۱۴۲ طبع ۱۲۷۲ھ

یہ تھی سیاست حسینیہ کہ جو لوگ ساتھ ہو گئے تھے ان کو بار بار خطبے دے کر چلے جانے کی اجازت دیتے تھے اور جو ساتھ نہ تھے دور تھے ان کو خط لکھ کر بلا یا حبیب پر آب کا بوڑھاپا پیام شباب تھا سردار جوانان جنت کی معیت میں جوانی کی جنت کی شہادت نے ہمہ گیر ہمدردی کا مالک قرار دیا جو حسینؑ کو جانتا ہے وہ حبیب سے بھی واقف ہے بچپن کی محبت کا یہ پھل تھا کہ ارض پاک پر خصوصی اور انفرادی جگہ پائی بیشتر نامرد

مددگار اور بنی ہاشم گنج شہیداں میں محو خواب ہیں مگر حبیب بارگاہ حسینی میں ایک پہرہ دار کی صورت میں تنہا حاضر ہیں اور خود خط کا جواب ہیں ۔

فائدہ اگر امام کی حیثیت مکتوب الیہ کی ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ اون کو خط وصول ہو جب مضمون پر مطلع ہوں لفافہ چاک کرکے لکھا ہوا پڑھیں وہ بند لفافوں میں مکتوبات پہونچنے سے پہلے مسائل کے جواب میں لکھ سکتے ہیں اہل خراسان کے مسئلوں کے جواب امام موسیٰ کاظمؑ نے ڈاک وصول ہونے سے پہلے لکھے کچھ نام نہاد شیعہ وہ ہیں جو اس اقتدار کے باوجود ان حضرات کو بشر کہتے ہیں اللہ ہدایت کرے ۔

پانچواں مقدمہ

سویم چالیسواں مرنے والے کی یاد تازہ رکھنے کے لئے دنیائے انسانیت میں عام رواج ہے کہ اوس کی موت کے تیسرے دن رنج وملال میں ایک مظاہرہ غم ہوتا ہے اور چالیسویں دن اوس کا غم ختم ہو جاتا ہے یہ ایک اخلاقی فرض ہے اس کو مذہب کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت نہیں روح رفتہ کا جسم میت پر ایک حد تک اشراقی رہتا ہے اور تین دن کے بعد وہ اثرات حیات سے بالکل خالی اور رفتگی سے قریب ہو جاتا ہے اور تقاضائے فطرت ہے آدمی اپنے پہلو نشین کو بھولتے بھولتے فراموش کرتا ہے دفعتہ اوس کی یاد دل کو خالی نہیں کرتی تین دن کی مدت اس کے لئے کم سے کم ہے شاعر ترجمان فطرت ہے تو یہ شعر غالباً اثبات مطلوب میں کافی ہے ؎

آج مہندی مت لگا اے لالہ رو ۔۔۔ دن ترے کشتہ کا ہوئے تیسرا

احادیث کی روشنی میں بھی کہیں کہیں اس کی جھلک نظر آتی ہے حضور اکرم صلعم

نے جعفر طیار کے بچوں کو ۳ دن تک تعزیت کا کھانا بھیجا اور ابن سیرین کا بیان ہے کہ جب شہادت حسینؑ ہوئی تو تین دن تک دنیا تاریک رہی اس کے بعد شفق نمودار ہوئی (تذکرہ خواص الامہ)

اسی طرح احادیث میں یہ بھی ہے کہ قتل حضرت یحییٰ بن زکریا پر سورج کو ۴۰ دن گہن لگا رہا (عرائس التیجان ص۵۶۶ فردوس الاخبار دیلمی ص۱۲۴)

معصومین کی شہادت تو انتہائی غم انگیز حوادث ہیں وفات مومن پر بھی چہلم تک زمین آسمان روتے ہیں۔

سعید بن منصور اور ابو نعیم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ کوئی مومن نہیں مرتا مگر یہ کہ ۴۰ فجر تک اوس پر زمین روتی ہے (تکمیل المجبور ص۱۵۲)

تخلیق انسانیت میں چونکہ ۴۰ کے عدد کو اچھی خاصی مدخلیت ہے حضرت آدمؑ کی مٹی کا خمیر ۴۰ دن رہا (تاریخ طبری ج۱ ص۹۰) وہ ہمارے مورث اعلیٰ اور ہم سب اونھیں کی اولاد میں ہیں کلبی کا قول ہے کہ حضرت یونس ۴۰ دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔

(عرائس المجالس طبع مصر ص۲۹۶)

ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ من اخلص للہ عملہ اربعین صباحا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ جو اپنے کردار کو صرف خدا کے لئے ۴۰ روز خالص رکھے حکمت کے چشمے اوس کے دل سے پھوٹ کر زبان سے ترجمانی کرتے ہیں (کلیات سعدی مؤلفہ علی بن احمد بن ابی بکر بے ستون)

طرق امامیہ سے وارد ہوا ہے یقوم الناس یوم القیمۃ مقدار اربعین یوما روز حشر خلائق کے ٹھہرنے کی مدت ۴۰ روز کے برابر ہوگی آفتاب کو حکم ہوگا

کہ وہ سروں تک پہونچ جائے گا اور پسینہ جاری ہوگا زمین اوسے حکم الہٰی سے جذب نہ کرے گی لہذا قدیم و جدید نظریات کے تحت میں آدم زاد کو ۴۰ سے تعلق ہے اور یہی لحاظ رسم ہے کہ یا اس کا مضحکہ کرنا اور انسانی ایجاد یا رسم پرستی کہنا غلط ہے تہذیب لکھنؤ نے اس موقع پر مرنے والے کے ورثہ کو ہدایت کی کہ وہ اپنے اموات کا چہلم یا ۳۱ روز سے زیادہ نہ کرے اور ۴۰ کا عدد مخصوص مظلوم کربلا سے ہے ہم کو ان کی برابری زیبا نہیں ۔

چھٹا مقدمہ

شہیدوں پر گریہ سوال جب شہدار راہ خدا زندہ ہیں تو بقول سہیل اعظم گڑھی اون پر گریہ و بکا کیوں ہے (ج) سوال کرنے والا اگر امت سہیل سے ہے تو وہ بڑی خوشی سے محرک کی پیروی کرے جیسے خدا کو بندوں کی عبادت درکار نہیں رسولؐ درود و سلام کے محتاج نہیں ہیں اوسی طرح حسینؑ کو ضرورت گریہ نہیں ہے جو عقیدت کی کڑیوں کو مضبوط کرنا چاہے وہ شریک غم ہو اور اگر وہ پیرو رسولؐ ہے تو اوس کو یاد رکھنا چاہئے کہ رسول اکرمؐ حضرت حمزہ شہید راہ خدا کے غم میں برابر سے شریک رہے اون کے ماتم میں حصہ لینے والوں کے لئے دعائیں کیں[۱] حضرت جعفر طیار جو موتہ کی جنگ میں شہید ہوئے اون کے یتیموں سے غیر معمولی ہمدردی کی[۲] ایک بحیثیت بزرگ چچا اور دوسرے بحیثیت خورد بھائی تھے جن کے ارتفاع درجات پر رسولؐ خوش نہیں ہوئے شہدار بھی نظر اقدس رسول میں رونے کے حقدار تھے اور جن افراد کے اسلام پر

---

[۱] مدارج النبوت [۲] مشکوۃ المصابیح

احسانات تھے وہ شہید نہ ہوتے ہوئے رسولؐ کے عزدہ بنانے میں ایک فرض اخلاق چھوڑ گئے اور حضرت ابوطالبؑ اور خدیجہؑ کے سال وفات کا نام عام الحزن رکھا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ پورا سال غم والم میں گذرا سخت افسوس کی بات ہے کہ یثرب کی پاک زمین پر آرام کرنے والا رسول قابل تقلید نہیں اور سینکی کی پیروی کو دل چاہتا ہو

دورِ رسالت میں دو گروہ ہیں ایک پیروان رسالت اون کے لئے رسولؐ کا عمل کافی، دوسرے پیروانِ بنی امیہ اون کی زبان بندی اس سے بہتر کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت عثمانؓ کی قمیص جب منبر شام پر تھی اور ان کی بی بی کی کٹی ہوئی اونگلیاں اوس میں آویزاں تھیں ساٹھ ہزار شیوخ زار و قطار رو رہے تھے اور کوئی کہنے والا نہ تھا کہ زندہ جاوید کا ماتم نہ ہو۔ (سیرت الحلبیہ ج ۲ ص ۱۴۷)

مسلمانانِ شام کو حضرت عثمانؓ سے ہمدردی یا اون کے خلیفہ سوئم ہونے کی وجہ سے ہے یا دامادی کے مصنوعی رشتہ پر وہ قابل عزت قرار پاتے ہیں حسینؑ میں اور اون میں جو فرق ہے وہ سورج کی تابندگی سے زیادہ روشن ہے اور نوحہ وغم قرآنی درس ہے خدا کو آنسو بھری آنکھ پسند اور قرآن میں ذکر کے قابل ہے عیناہ تفیض من الدمع[1] اوس کی دونوں آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے۔ اور تحقیق جدید یہ ہے کہ رونا طول عمر[2] کا باعث ہے امریکہ میں مردوں کے مقابل میں عورتوں کی عمریں زیادہ ہوتی ہیں اس لئے کہ عورتیں دردناک مناظر دیکھ کر رو دیتی ہیں ماہر نفسیات ڈاکٹر ولیم برائن DR. WILLIUM BRINE کا کہنا ہے کہ مہینہ میں دو چار مرتبہ جی بھر کے رو لینا عمر

---

[1] ارجح ص ۲۷۷

[2] روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۷ء ص ۵ کالم ۸

میں ۱۰ ماہ کا اضافہ کرتا ہے اگر مرد بھی زیادہ رویا کریں تو یقیناً ناسور ULCER ناسور اور عارضۂ قلب کے حملوں میں بہت کمی ہو جائے گی ۔

کبھی مصیبت پر آنسو بہتا ہے کبھی انتہائی کیف و سرور میں اشک جاری ہوتا ہے یہ آنسو ذائقہ میں شیریں ہوتا ہے کبھی خجالت میں آنسو نکلتا ہے ۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے ۔ قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

(اقبال)

آٹھواں مقدمہ

نماز جمعہ واقعہ کربلا میں اس موضوع پر کہیں بحث نہیں ہے کہ روز عاشور جمعہ تھا تو نماز جمعہ کا بھی مسلمانوں کو حق تھا سفر میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی اور دوسری محرم کو جو قافلہ کسی زمین پر پہونچے اور مسافروں کو یقین ہو کہ اقامت عشرہ کا محل نہیں پیمانۂ حیات لبریز ہو رہا ہے ۱۰ محرم کو نویں دن یہ صحبت پراگندہ ہو جائے گی اس عالم فکر و اضطراب میں جمعہ کہاں اس کے علاوہ آئین جنگ بھی مقرر ہیں جس کو دیکھتے ہوئے جمعہ کا امکان نہیں ۔

اور سیاست حسینی سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جمعہ کے دن شہادت ہر مجاہد کے اجر و ثواب کو دوہرا کر دے گی اور دشمن کی عقوبت بھی دوگنی ہو گی اگر کربلا میں دس دن ٹھہرنے کا ارادہ ہوتا تو انعقاد جمعہ کی نوبت آتی حضور امام میں جمعہ یقیناً واجب ہے اگر شرائط پائے جائیں کربلا میں انسانیت مفقود تھی چہ جائیکہ مذہبیت ۔ اگر دس دن ٹھہرنے کا قصد بھی ہوتا تو نماز ظہر کی اجازت حاصل کرنے میں حصین بن نمیر کی گستاخی جس کے کان تک پہونچ چکی ہے وہ جمعہ کی نماز کا ہرگز متوقع نہیں میدان جنگ اور مسافرت

نہ ہوتی تو جمعہ ہوتا اوس وقت نماز واجب تھی اور آج کل اختیاری ہے جس نے ظہر پڑھ لی اس پر ادائیگی جمعہ کا کوئی بار نہیں فقہاء امامیہ کا زیادہ تر یہی مسلک ہے چنانچہ صوبہ بہار کے بعض علم دوست افراد میں شاہ جمال حسین بن علی حیدر نے حاجی محمد تقی قاموسی عظیم آبادی سے علم جفر کے ذریعہ جو سوالات کئے اون میں دوسرا استفسار نماز جمعہ کے سلسلہ میں تھا جواب برآمد ہوا یجب صلوۃ الجمعۃ علی کل مومن فی کل زمان ان اجتمع شروطها واکبرها مع المعصوم ونائبه مع الشروط المذکورۃ سرّ عند بعض القوم والا فلا والسلام علی من اتبع الھدی

واجب ہے نماز جمعہ ہر مومن پر ہر زمانہ میں اگر شرائط وجوب یکجا ہوں اور سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ معصوم ساتھ ہوں یا اون کا خصوصی نائب ہو شرائط مذکورہ کے ساتھ ساتھ اگرچہ چھپا کے بھی کیوں نہ ہو بعض علماء کے نزدیک ورنہ نہیں اور سلام خدا ہو اوس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے

یہ سمجھنا کہ ہمارے ائمہ خاندانوں میں حکومت باطل کی پیروی کرتے تھے اور اون کی اقتدا میں ہمیشہ نمازیں پڑھتے رہے محتاج ثبوت ہے دو صورتوں سے خالی نہ تھا یا تو گوشہ نشین تھے اور ان کی اقتدا میں نماز جماعت مطلقاً نہیں ہوئی جیسا کہ امام رضاؑ سے نماز عید کا اصرار مستلزم ہے کہ اوقات جماعت میں وہ حضرات منزوی تھے یا نماز جماعت پوشیدہ طور پہ ہوتی تھی اس کا شبوت قول ابن سیرین سے پایا جاتا ہے قال لما توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقسم علیؑ ان لا یرتدی

لہ کتاب المصاحف لابی داؤد السجستانی طبع مصر صفحہ ۱۰ سنہ ۱۹۳۶ء

یرداءً الا الجمعۃ حتی یجمع القرآن فی مصحف ففعل وفات نبیؐ پر حضرت علیؑ نے قسم کھائی تھی کہ میں کاندھے پر ردا سوائے جمعہ کے نہ ڈالوں گا جب تک قرآن جمع نہ ہو جائے اور ایسا ہی کیا بھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نماز جمعہ پڑھاتے رہے اور یہ جماعت بند نہیں ہوئی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث میں بھی کچھ اشارہ اس مقصد کی طرف ہے اور امالی صدوق میں محمد بن مسلم نے اون حضرت سے پوچھا کہ امام حسین کی انگوٹھی کیا ہوئی میں نے سنا ہے کہ انگشت مبارک سے اوتاری گئی قال علیہ السلام لیس کما قالوا ان الحسین علیہ السلام اوصی الی ابنہ علی بن الحسین علیہما السلام وجعل خاتمہ فی اصبعہ وفوض الیہ امرہ کما فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ بامیر المومنین وفعلہ امیر المومنین بالحسن علیہما السلام وفعلہ الحسن بالحسین علیہما السلام ثم صار ذلک الخاتم الی ابی علیہ السلام بعد ابیہ ومنہ صار الی فھو عندی وانی لالبسہ کل جمعۃ واصلی فیہ فرمایا آپ نے جو کہتے ہیں ویسا نہیں ہے امام حسینؑ نے اپنے فرزند علی بن الحسینؑ کی طرف وصیت کی اور اپنی انگوٹھی اون کی انگلی میں پہنائی اور منصب امامت سپرد کیا جیسا کہ رسولؐ خدا نے امیر المومنین کے ساتھ کیا تھا اور امیر المومنین نے امام حسنؑ کے ساتھ کیا اور امام حسنؑ نے امام حسینؑ کے ساتھ کیا پھر وہ انگوٹھی میرے پدر کے پاس اون کے والد کے بعد آئی اور اون سے مجھ تک پہونچی وہ میرے پاس موجود ہے اور میں اس کو پہنتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں۔ محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں بروز جمعہ خدمت والا میں

پہونچا جب نماز سے فراغت پائی تو ہاتھ بڑھا میں نے وہ انگوٹھی دیکھی اوس پر یہ کندہ تھا لا الہ الا اللہ عِدَّۃٌ لِلِقَآءِ اللہ حضرت نے فرمایا میرے جد کی انگوٹھی یہ ہے (ناسخ التواریخ جلد ششم ص۱ طبع بمبئی

مقدمات بحمد اللہ ختم ہوئے اب اصل کتاب شروع ہوتی ہے خدا کا نام لیکر

یا حبیب من لا حبیب لہ

پیدائش اور حلیہ شہداء کربلا کی تاریخ ولادت تاریخ وسیر میں تو کہیں نہیں ہے البتہ شاہ محمد حسن صابری چشتی عالم اہلسنت نے اپنے ذاتی اعتماد پر اکثر شہیدوں کی تاریخ پیدائش بتائی ہے ان کا بیان ہے کہ حبیب بن مظاہر[۱] اسدی عاشق جناب امام ۱۳ ربیع الآخر ۵ھ روز چہارشنبہ بعد مغرب مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے بہت خوبصورت تھے چہرہ سرخ و سپید اور بڑھاپے میں داڑھی خضاب آلود رہا کرتی تھی پیری میں بھی وہ حسین تھے۔ میثم تمار نے جو ان کے ہمعصر تھے اپنی ایک گفتگو[۲] میں بتایا ہے کہ حبیبؓ کی دو زلفیں تھیں حبیبؓ کس سال پیدا ہوئے اس میں اختلاف ہے یا تو سنہ ولادت ہجرت کا پانچواں سال بتا کر عہد نبوی میں ان کو اتنا کمسن ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و الہ کے انتقال تک صرف چھ برس کے ہونے پائے تھے اس حساب سے واقعۂ کربلا میں ان کی عمر ۵۵ برس

---

[۱] آئینہ تصوف ص۳۴۴ چھاپہ رامپور اسٹیٹ ہندوستان

[۲] رجال کشی

ہوتی ہے یا واقعۂ کربلا میں ان کا سن ۸۳ سالؔ سال بتایا جاتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ہجرتِ رسولؐ کے قبل ان کا سن شباب تھا اور وہ ۲۲ سال قبل ہجرت پیدا ہوئے پہلے قول کو اختیار کرنے میں یہ عذر ہے کہ چھ برس کے بچے میں یہ لیاقت کیونکر ہو سکتی ہے کہ پیغمبر خداؐ سے روایت کرے۔ دوسرے قول کو ماننے میں یہ قباحت لازم آتی ہے کہ اگر وہ ہجرت سے پہلے پیدا ہو چکے تھے تو صدر اسلام کے واقعات میں ان کے اسلام لانے کا کہیں ذکر نہیں ہے کیا وہ مسلمان نہ تھے اور اسلام لائے تو کب، ان سوالات کے جواب سے تاریخ خاموش ہے اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ دونوں قول افراط و تفریط سے خالی نہیں ہیں روزعاشورہ ان کی اہمیت ثابت کرنے کے لئے ان کو ۸۳ سال کا بڈھا لکھ دیا ان مشکلات کا حل اسی عام شہرت سے ہو سکتا ہے جو زبان زد خلائق ہے کہ حبیبؒ امام حسینؑ کے بچپن کے دوست تھے اور خادم و مخدوم کا سن قریب قریب ایک تھا اگر ہم حبیب کو امام حسینؑ کا ہم سن مان لیتے ہیں تو ان کے صحابی رسولؐ ہونے کی تصدیق اور پیغمبرؐ سے روایت کرنے کی تائید ہوتی ہے جس طرح امام حسینؑ نانا سے ان کے حکمت آگیں کلمات سن کر حدیثیں نقل فرماتے تھے اسی طرح حبیبؒ کو بھی فخر حاصل تھا خوش بخت تھے وہ ماں باپ جن کے فرزند کو آقائے دو جہاں کی صحبت کا شرف ملا۔

نام فاضل باپ نے حبیبؒ نام رکھا جس کے معنی دوست، معشوق، یار کے ہیں کاتب تقدیر نے ان کی سرنوشت میں پہلے ہی فرزند رسولؐ کی محبت کے جذبہ کو

ٍ۱ انوار الشہادۃ چھاپہ بمبئی صفحہ ۶۲

کو نظر رکھا تھا حبیب خدا کا بھی نام ہے اور اس کے رسولؐ کا بھی۔ لسان عرب میں
یہ لفظ دوست استاد از جو ہر سے معنی میں آیا ہے اور خلاق عالم کو بھی حبیب کہتے
ہیں اس وجہ سے دعا میں ہے یا حبیب من لا حبیب لہ اے اوس کے دوست
جس کا کوئی آشنا نہیں (جوشن کبیر) محبوب کے معنی میں سبعہ معلقہ کا یہ شعر ہے دوست
کی قیامگاہ اور اوس کی یاد پر چاہنے والا آنسو بہانا ہے قفا نبک من ذکری حبیب
ومنزل حضرت رسولؐ حبیب خدا ہیں اور پیغمبر خدا اپنی وحی آموز زبان سے
حضرت علی کو حبیب کہتے ہیں اور حضرت علی رسول کو حبیب کہتے ہیں آخر وقت سرور
دو عالم کا فرمانا ادعوا لی حبیبی میرے حبیب کو بلاؤ سیرت حدیث تفسیر تاریخ سب
جگہ موجود ہے دیکھو (۱) امالی صدوق (۲) نوادر الادب ص ۱۴۴ (۳) ارجح المطالب
ص ۵۰۵ جامع دیوان حضرت امیر مجموعہ اشعار میں کہتے ہیں خطاب بحضرت فاطمہ بعد
از وفات وتذکاری وفاداری وثبات اوس مالی وقفت علی القبور مسلما
قبر الحبیب فلم یرد جوابی میغرمائیہ چیست مرا کہ استادہ ام بر قبر دوستانم کہ سلام
کنندہ ام بر قبر دوست پس باز نہ گردانی جواب مرا۔ حبیب کے بحساب ابجد ۲۲ عدد
ہیں اور اسماء الٰہی میں یہ وہ نام ہے جس کے زیادہ اعداد نہیں ہیں دعوت اسم سے
دلچسپی رکھنے والوں کو بڑی سہولت ہے آنی عظمتیں اور برکتیں نام میں مضمر تھیں نصرت
امام اور شہادت نے شخصیت میں اور چار چاند لگائے۔

القاب عمومی حیثیت سے حبیب بن مظاہر کے القاب حسب ذیل ہیں سابق ولی
صفی، ناصر، مجاہد، صابر، بطل شہید، مقتول، مظلوم، مخذول، صدیق، اعلم، مصباح
شفیع سید، زاہد، طاہر۔ طول کلام کا ڈر ہے ورنہ ہم ہر لقب پر تبصرہ کرتے حبیب کے خاص

القاب فاضل، قاری، حافظ اور فقیہ[1] جو سرکار حسینی سے عطا ہوا اگر امام اپنے دوست خاص کو فقیہ کی گران قدر لفظ سے یاد نہ کرتے جب بھی ہم ان کو فقیہ کا درجہ دے سکتے تھے پیغمبر خدا کا ارشاد ہے[2] کہ میری امت میں جس کو چالیس حدیثیں محفوظ ہوں اسے بروز قیامت خداوند عالم فقیہ اور عالم قرار دے کر محشور کریگا حبیب بن مظاہر نبی و علی اور حسنین علیہم السلام چار معصوموں کی علمی صحبت میں مدتوں حاضر رہ چکے تھے نبوی علوم اور اسرار امامت کے حامل تھے اگر وہ فقیہ نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا۔

سلسلہ نسب ذاتی کمالات زیادہ تر اسی شخص میں پیدا ہوتے ہیں جو حسب و نسب اور خاندانی شرافت کی وجہ سے امثال و اقران میں ممتاز ہوتا ہے حبیب کے اجداد کا تعلق قبیلہ اسد سے تھا اور ان کے باپ دادا سب اسباب عزت تھے اصحاب رسول میں کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے اسلاف کا نام دو تین پشت تک ملتا ہے مگر حبیب کی شرافت اور نجابت اس حد پر تھی کہ ان کے اجداد میں بارہ پشت تک کے نام آج بھی کتب تاریخ[3] میں مل جاتے ہیں۔ حبیب پسر مظہر پسر رئاب پسر اشتر پسر جنوان پسر فقعس پسر طریف پسر عمرو پسر قیس پسر حرث پسر ثعلبہ پسر دودان پسر اسد

---

[1] قال بعض الاعلام الفقہ ہو التوصل الی علم غائب بعلم شاہد وسمی العلم بالاحکام فقہا والفقیہ الذی علم ذلک واہتدی بہ الی استنباط ما خفی علیہ ۱۲ مجمع البحرین۔

[2] من حفظ علی امتی اربعین حدیثا بعثہ اللہ فقیہا عالما ۱۲ منہ

[3] ابصار العین در احوال انصار حسین مطبوعہ نجف اشرف عراق

ابوالقسم اسدی فقعسی یہ تمام افراد عرب کے سربرآوردہ لوگ تھے۔

والد ماجد مشہور یہ ہے کہ باپ کا نام مظاہر تھا مگر بعض اہل قلم نے مظہر محمد کے وزن پر نام تجویز کیا ہے اور ایک ضعیف قول یہ ہے کہ مطہر نام تھا مگر شیخ طوسی اور عمید الرؤسا کے دست مبارک کی تحریروں میں مظاہر پایا گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے قدیم رسم الخط کے لحاظ سے جن لوگوں نے مظہر بغیر الف کے تحریر کیا وہ بھی تلفظ میں مظاہر پڑھتے ہوں گے جیسے عربی تحریرات میں اسمٰعیل، اسحٰق، رحمٰن برابر بغیر الف کے لکھا جاتا ہے مظاہر کے بھائی عوطن رئاب کا فرزند بھی عرب میں بہت مشہور شخص گزرا ہے جس کا نام ربیعہ اور کنیت ابوثور تھی اور شہسواری اور شاعری میں بہت ممتاز سمجھا جاتا تھا حبیب اور یہ چچا زاد بھائی تھے

سکونت اور بچپنا اصول دیانت کے خلاف ہے اگر میں بحیثیت سیرت نگار رہرو کے اس واقعہ کو نظر انداز کردوں جس میں ان کا دوبارہ زندہ ہونا بتایا جاتا ہے خلاصہ احوال یہ ہے کہ حضرت مظاہر کو سرکار نبوی میں غیر معمولی عقیدت تھی اسی اخلاص کی بنا پر حضور اکرمؐ کو ضیافت کے لئے مدعو کیا حبیب کو جب یہ خبر ہوئی تو باپ سے شہزادۂ کونین امام حسینؑ کو مدعو کرنے کی تمنا ظاہر کی مظاہر دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور وعدہ کی تکمیل کی رسول اکرمؐ مع فرزند جب آنے لگے تو حبیب جوشِ محبت میں بغرض زیارت بالائے بام پہنچے اور کنعانِ محمدؐ کے حسین کو دیکھ کر زنانِ مصر کی طرح ازخود رفتہ ہوگئے استقبال کو بڑھے اور بالاخانہ سے گر کر جان بحق تسلیم ہوگئے۔ حبیب نے محبوب پر جان دے دی مگر باپ کے جبیں پر شکن نہ آئی۔ لاش کو سامنے سے ہٹادیا اور میزبانی میں مصروف ہوئے۔ دسترخوان بچھا اور

شاہزادہ کا میزبان دتھا حسینؑ نے ضد کی کہ میں حبیبؑ کے بغیر کھانا نہ کھاؤں گا
مظاہر نے مجبور ہو کے اپنے نونہال کا جسد بے روح مسیحا کے سامنے رکھ دیا یہ فطرت
کا تقاضہ ہے کہ مہمان کے دل میں میزبان کا یہ حال دیکھ کر درد پیدا ہو خصوصاً
حسینؑ ایسا رحم دل رسول زادہ آبدیدہ ہوگیا اور رحمت للعالمین نے فرمایا
حسینؑ دعا کیوں نہیں کرتے خدا تمہارے حبیبؑ کو زندہ کر دے گا حسینؑ نے
اپنے نانا اور باپ ماں بھائی کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کی اور حبیبؑ زندہ
ہوگئے[1]۔ حبیب کے اس آغاز سے معتبر کتابیں ضرور خالی ہیں مگر اس میں کوئی پہلو
ایسا نظر نہیں آتا جو قابل قبول نہ ہو امام پیغمبر کا مردے زندہ کرنا تعجب انگیز نہیں
ہے ممکن ہے کہ حسینؑ کی دعا سے خلاق عالم نے حبیب کو دوبارہ خلعتِ حیات
پہنایا ہو اسلام اور عالمِ عیسائیت دنیا کے دو بڑے مذہب تو کم از کم یہ
مانتے ہیں کہ روحانی ہستیوں میں یہ طاقت موجود ہے کہ وہ مردہ زندہ کر دیں
ناظرین کرام اب انصاف آپ کے ہاتھ ہے، جس بچہ کو یہ معلوم ہو کہ مجھے حسینؑ نے
جلایا اس کے دل میں کس قدر حسینی محبت ہوگی اور وہ یہ بھی سمجھتا ہوگا کہ میری
زندگی کا راز نصرت حسینؑ ہے اگر واقعہ کربلا میں شہادت کا شرف ملنے والا نہ ہوتا
تو حبیب کے دوبارہ زندہ کئے جانے کے کوئی معنے نہ تھے۔ حبیب جان و دل
سے حسینؑ پر فدا تھے اور ان کی گردِ قدم کو اپنا سرمۂ چشم سمجھتے تھے یہ تمام فضل و
شرف حبیب کو اس لئے حاصل ہوا کہ وہ یثرب کے باشندے تھے اگر مکہ، یس یا ہی

---

[1] موسع الغموم جلد اول ص ۲۵۹ مطبوعہ ۱۲۹۳ھ متبقریظ مفتی علام سید محمد عباس طاب ثراہ

اور مقام پر رہتے تو یہ عزت حاصل نہ ہوتی ۔ مرزا دبیر مرحوم کی تخیل اس مقام پر آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے ان کی قوت متخیلہ کا دعویٰ ہے کہ حبیب بچپن میں کھیلتے ہوئے ایک میدان جنگ فرض کرتے اور اس کا تاجدار امام حسینؑ کو قرار دیتے تھے اور خود فوج کی عنان ہاتھ میں لے کر ماتحتی میں لڑتے تھے اس موقع پر حبیب کی زبانی ایک بیت مرزا صاحب کی یہ ہے ؎

گر وقت پڑا کچھ مرے سلطان کے اوپر　　سن لیجیو ہم کھیل گئے جان کے اوپر

شادی سب سے زیادہ خوش نصیب اور قسمت ور وہ انسان ہے جس کی نیک کردار اور اطاعت شعار زوجہ ہو حبیب کے والدین کی یہ نظرِ انتخاب تھی کہ حبیب کا عقد اس خاتون سے کیا جو علم دوست اور زیور ایمان سے آراستہ تھی۔ عرب کی شجاعت اور بہادری اس کے رگ و ریشہ میں تھی پیغمبر خدا کی حدیثیں اس کو یاد تھیں حبیب ایسے فقیہہ کے فیض صحبت میں اس مخدرہ کا جوہر ایمان اور زیادہ چمکتا گیا یہاں تک کہ نصرت حسینؑ پر اسی بی بی نے آمادہ کیا۔ آئندہ بیان سے معلوم ہو گا کہ زوجۂ حبیب کو بھی فاطمہؑ کے لال سے اتنی ہی عقیدت تھی جیسا کہ حبیب حلقہ بگوش تھے۔

تعلیم اس شخص کے تحصیل علوم پر تبصرہ کرنے میں ہمارا قلم کانپتا ہے جس کو حسینؑ ابن علیؑ ایسے پیکرِ علم و کمال نے "مرد فقیہہ" لکھ دیا ہو حبیب کی قابلیت علمی کے لئے ان کا ماحول خود ذمہ دار ہے۔ مدینہ میں پیدا ہوئے جہاں شمیم رسالت کے ساتھ علوم قرآن کی ہوائیں چل رہی تھیں اور وحی و الہام کے چشمے جاری تھے اس معلم کامل کا چہرہ دیکھ کر نشو و نما ہوئی جو یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

والحکمۃ کا مصداق تھا۔ تعلیم قرآن اس بلند درجے پر حاصل کی کہ کمسنی میں حافظ قرآن ہو گئے۔ سب سے پہلے پیغمبر خدا کے علمی فیوض و برکات سے دامن امید بھرا پھر باب مدینہ علم نبی حضرت علیؑ کی صحبت میں بال سفید ہوئے اور جناب امیر نے رزم و بزم میں اپنے مخصوص تعلیمات سے ان کو سرفراز کیا ان کے فخر کے لئے کافی ہے کہ حبیب نے فنونِ جنگ کی تعلیم شیرِ خدا کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہو کر حاصل کی اور علوی خطبات و ملفوظات کو سن کر معلومات کا خزینہ دار ہو گئے۔

خصوصیات ان خصائص سے قطع نظر کی جائے جو مرکز شہادت پر پہنچنے کے بعد حاصل ہوئے ہیں پھر بھی حبیب ابن مظاہر امثال واقران میں ممتاز سمجھے جاتے تھے پہلی خصوصیت ان کو یہ حاصل تھی کہ صحابی رسولؐ تھے۔ ابن حجر اور ملا حسین بن علی الکاشفی المتوفی ۹۱۰ھ نے ان کو صحابی رسول تسلیم کیا ہے علمائے شیعہ بھی ان کو نیک کردار اصحاب میں شمار کرتے ہیں اور تصریح کی ہے کہ حضرت جمالِ محمدی کی زیارت کا شرف حاصل نہ تھا بلکہ مرسل سے روایت کرنے کا بھی فخر تھا۔ شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے ان کو اصحاب امیر المومنین اور اصحاب امام حسنؑ اور اصحاب امام حسینؑ تینوں بابوں میں درج کیا ہے۔ حبیبؓ اپنے کمالات علمیہ اور حسن صورت میں (ممتاز) واقعہ کربلا میں بہت بوڑھے تھے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی صحبت میں

ے حبیب مردے با جمال و کمال در روز واقعہ کربلا پیرے کہن سال بود بخدمت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مشرف گشتہ واز ایشاں احادیث شنودہ۔ مجالس المومنین فارسی مجلس چہارم ص ۲۴۵ قلمی کتب خانہ جناب ممتاز العلماء طاب ثراہ ۱۲

حاضر رہنے کا شرف حاصل تھا اور آنحضرت کی زبانِ فیض ترجمان سے احادیث بھی سنتے تھے دوسری خصوصیت یہ حاصل تھی کہ جناب علی مرتضٰی کی خدمت میں مدتوں حاضر رہے اور عزت و تکریم کی زندگی بسر کی[1]۔ عہد امیر المومنین میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں حبیب شریک تھے اور صفین و جمل و نہروان میں کوفہ و شام کے لوگ ان کی تلوار کا لوہا مان چکے تھے۔ تیسرے یہ کہ جناب علی مرتضٰی علیہ السلام نے ان کو خاص اسرار تعلیم کئے تھے اور اصحاب حضرت علیؑ کے مستقبل پر حبیب کی پیشین گوئی ٹھیک اترتی تھی چوتھے یہ کہ حبیب کو امیر المومنینؑ کی صحبت فیض اثر کا یہ اشتیاق تھا کہ جب اپنے خلافت ظاہری میں کوفہ کے تاریخی خصوصیات دیکھ کر مدینہ سے ہجرت کی اور کوفہ دار السلطنت بنایا تو حبیب نے بھی اپنا آبائی وطن چھوڑ دیا اور کوفہ میں آکر مقیم ہوئے۔ فاضل سماوی کا بیان ہے کہ اہل سیر[2] کہتے ہیں حبیب کوفہ میں آئے اور جناب علیؑ بن ابی طالب کی مصاحبت اختیار کی اور تمام لڑائیوں میں شریک رہے وہ امیر المومنین کے مخصوص لوگوں میں تھے اور ان کے علوم کے بار کو اٹھانے والے تھے۔ پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ ان کا نام نامی تابعین کی فہرست میں بھی آتا ہے چھٹے یہ کہ وہ حافظ قرآن تھے۔ ساتویں یہ کہ امیر المومنین ان کو بھائی[3] کہتے تھے حبیب کی انتہائی وفا نے ممکن ہے جناب امیر کو صیغۂ اخوت پڑھنے پر آمادہ کیا ہو اور شاید یہی

---

[1] بملازمت حضرت علی مرتضٰی مدت با معزز و مکرم بودہ۔ مجالس المومنین

[2] قال اہل السیر ان حبیبا نزل الکوفہ وصحب علیاً فی حروبہ کلہا وکان من خاصتہ وحملۃ علومہ ابصار العین ۱۲ [3] انوار الشہادۃ صہ۶ چھاپ بمبئی ۱۲

وجہ ہو کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے باپ کی اخوت کے احترام میں حبیب کو سلام کہا ہو۔ آٹھویں یہ کہ قرآن مجید نے ایک حیثیت سے ان کی مدح کی اور وہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ کے مصداق تھے یہ آیت جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ اور ان کے اصحاب کی شان میں ہے جنھوں نے بعد رسول غزوات میں جہاد کیا تو حبیب بھی اس میں داخل ہیں۔ یہ خصوصیت بیک وقت کسی میں نہ تھے۔

عبادت عبادت الٰہی کا خاص شوق تھا اور یہ وصف حبیب ہی میں تھا کہ اگر جنگاہ میں وہ شیر نر کی طرح مقابلہ دشمن کے وقت ہمہ تن تھے تو سجادہ پر ان کے تذلل و زاری کی صدائیں زن پسر مردہ سے کم پایہ نہ تھیں راتوں کو محو عبادت ہونا۔ تلاوتِ قرآن مجید میں ساری رات ختم کرنا ان کا شیوہ تھا شہید شوستری قاضی نور اللہ طاب ثراہ حبیب کے حال میں لکھتے ہیں ان کو قرآن مجید پورا یاد تھا اور رات بھر میں قرآن ختم کر دیتے تھے اس طرح کہ نماز عشاء[1] کے بعد تلاوت شروع کرتے تھے اور طلوع صبح سے قبل ختم کر دیتے تھے۔ جناب سیدالشہدا روحی فداہ نے بھی حبیب کے شہید ہو جانے پر ان کے عابد شب زندہ دار ہونے کی گواہی دی ہے اے حبیب[2] تم مرد فاضل اور ایک رکعت میں قرآن کرتے تھے۔ یہ شان عبادت

---

[1] قرآن مجید تمام حفظ داشت، ہر شب ختم کلام اللہ کردی و بعد از نماز خفتن تا دمیدن صبح قرآن را تمام کردی ۱۲ مجالس المومنین [2] یا حبیب لقد کنت فاضلا تختم القرآن فی رکعۃ واحدۃ ینابیع المودۃ ص۳۴۶ و اسرار شہادۃ ص۲۷۰ طبع تبریز۔

تو واقعۂ کربلا سے پہلے کی تھی اور شب عاشور جو آخری اور مقبول عبادت کی وہ دنیا جانتی ہے اس پر خلوص عبادت کی ایک تکبیر کا وزن عام عابدوں کی عمر بھر کی عبادت سے بہتر ہے اس عبادت کی یاد میں ثقلین میں ان کا ماتم ہے۔

ثبات قدم حبیب کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ ان کا آغاز و انجام ایک حال پر رہا زمانہ کی سرد و گرم ہواؤں سے ان کے رویہ میں کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی طفولیت شباب، پیری، عمر شریف کے تمام لمحات اہلبیت کے در کی جبہ سائی میں گذرے پیغمبر خدا کی رحلت کے بعد حبیب کا شباب شروع ہوتا ہے جوانی کے عالم میں انسان کا دل و دماغ تمناؤں کا مرکز ہوتا ہے۔ حبیب نے جوانی میں بھی زاہدانہ زندگی بسر کی اور ہمیشہ نقد ایمان کو اپنا مستقل سرمایہ سمجھتے رہے آل رسولؐ کے خلاف جس وقت زمانہ کو ہموار کیا جا رہا تھا اس وقت بھی حبیب کو سیم و زر کی طمع نہ ہوئی اموی دولت پر ٹھوکر لگا کر حصیر نشین ہونا پسند کیا مگر پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ ہوئی۔ جوانی کا ولولہ جنگ صفین اور جمل کے میدان کی نذر ہوا یہاں تک کہ حضرت امیرؑ خیبر گیر کوفہ میں شہید ہوئے امام حسنؑ کا دور آیا حبیب کا بڑھاپا شروع ہو چکا تھا اور حسن اتفاق سے یہ زمانہ بھی صلح و آشتی کا زمانہ تھا۔ حبیب کمر کھول چکے تھے اور ظاہر اسباب اب تلوار کے قبضہ تک کانپتے ہوئے ہاتھ لے جانے کی توقع نہ تھی آخر عمر تک خدا کی بندگی کرتے رہے اور آل محمدؐ کا دامن عالم طفولیت سے جو ہاتھ میں لیا تھا اس کو کبھی نہ چھوڑا ہر عبادت کی روح رواں مودت اہلبیت ہے حبیب اس کلیہ کو سمجھتے تھے اور اپنی روش پر اول سے آخر تک قائم رہے زمانے کی انقلابی کروٹ نے ان کے نصب العین کو ایک دقیقہ کے لئے بھی نہ بدلا۔

شہادت کی پیشین گوئی امیرالمومنین علیہ السلام کے شہید ہونے کے بعد حبیب کی نگاہ میں کوفہ کی گلیاں تیرہ و تاریک معلوم ہوتی تھیں اور ان کو لطفِ حیات باقی نہ تھا ان کی شہادت کی خبر دورِ نبوی میں نہ سہی تو عہد امیرالمومنین ؑ میں مل چکی تھی[1] اور وہ کوفہ میں رہ کر اب صرف درجہ شہادت کے منتظر تھے فضل بن زبیر کا بیان ہے کہ عہد معاویہ میں میثم تمار[2] (جناب امیرالمومنین کے مشہور صحابی) اپنے گھوڑے پر سوار کسی راہ سے گزر رہے تھے اور حسنِ اتفاق سے حبیب ابن مظاہر بھی اپنے راہوار پر نکلے بنی اسد کی بیٹھک کے سامنے دونوں سواروں کے گھوڑوں کی کنوتیاں مل گئیں تو حبیب نے (نا واقف عوام کو اپنے علمی کمالات سے آگاہ اور دشمنان خاندان رسالت کے دست تعدی سے خبر دینے کے لئے) کہا گویا (میں دیکھ رہا ہوں) کہ ایک بزرگ شکم مرد پیر کو جس کے سر کے آگے والے حصہ پر بال نہیں ہیں اور وہ خربزہ فروخت کرتا ہے اس (بے جرم) کو اہلبیت نبی ؐ کی محبت میں سولی دی گئی ہے اور اس کا پیٹ درخت کے تنے پر چاک کرتے ہیں (میثم حامل اسرار تھے علوم علی مرتضیٰ کے سمجھ گئے کہ یہ پیشین گوئی خود میثم کی شہادت پر ہے) میثم نے بھی (اسی لب ولہجہ میں قاتل و مقتول کا نام لئے بغیر) کہا کہ اور میں اس سرخ و سفید شخص[3] کو پہچانتا ہوں جس کے سر کی دو زلفیں ہیں اور وہ اپنے رسول زادہ کی نصرت کے لئے خروج کرتا ہے

---

[1] مناقب آل ابی طالب ج ۲ باب فی اخبارہ بالمنایا والبلایا۔ [2] کان قتل میثم قبل قدوم الحسین العراق بعشرہ ایام منار الہدیٰ ص ۲۹۲۔ [3] ای لاعرف رجلا احمر لہ ضفیرتان یخرج لنصرۃ ابن بنت نبیہ ویقتل ویجال براسہ الکوفہ ۱۲ کشی

اور قتل کر دیا جاتا ہے اور اس کا سر (بریدہ) کوفہ میں پھرایا جاتا ہے یہ کہہ کر میثم نے گھوڑا بڑھایا اور اپنے راستے پر چلے گئے اور حبیب نے اپنی راہ لی۔ بے ادب حاضرین نے کہا کہ ہم نے ان دونوں سے زیادہ دروغ گو کسی کو نہیں دیکھا۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی اس گفتگو کے سننے والے پراگندہ نہ ہوئے تھے کہ رشید ہجری (امیرالمومنین کے تیسرے محترم صحابی) حبیب اور میثم کی تلاش میں نظر آئے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ آئے تھے مگر چلے گئے اور ہم نے ان سے اس طرح کی باتیں سنیں، رشید نے کہا خدا[1] رحمت نازل کرے میثم پر وہ یہ کہنا بھول گئے کہ سر لانے والے کو سو درہم انعام میں ملیں گے یہ کہہ کر رشید آگے بڑھے حاضرین نے کہا کہ یہ ان دو سے بھی زیادہ جھوٹا شخص ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک عرصہ کے بعد ہم نے خود دیکھا کہ عمرو بن حُریث کے دروازہ پر میثم کو سولی دی گئی اور اس کے بعد حبیب کا سر کاٹ کر کوفہ لایا گیا جو جو کہا تھا وہ (حرف بحرف) پورا ہوا[2]۔ اموی دور کے یہ اثرات تھے کہ نام نہاد مسلمانوں کی ذہنیت اس قدر تاریک ہو گئی تھی کہ وہ صحابی رسول کو باعلان جھوٹا کہتے تھے اور ان کو شرم نہ آتی تھی اصحاب امیرالمومنینؑ میں میثم تمار اور حبیب بن مظاہر اور رشید ہجری وہ بلند پایہ بزرگ تھے جنھیں اس وقت تک ایک دوسرے پر فضیلت دینا دشوار امر تھا۔ تینوں بزرگوار منزل محبت پر آخر تک ثابت قدم رہے تینوں ذاتیں وفاشعار تینوں ہستیاں دشمن سے بے خوف زندگی بسر کرنے والی، تینوں بزرگ شہید، تینوں

---

[1] رحم اللہ میثمانسی ویزداد فی عطاء الذی یجی بالراس ماۃ درہم۔ ۱۲ منہ

[2] ابصار العین چھاپہ نجف اشرف ص۵

مجاہد اور مظلوم مگر حسینؑ بن علیؑ کا ساتھ دینا وہ بلند شرف تھا کہ کربلا میں شہید ہو کے حبیب اپنے رفتار سے بڑھ گئے۔

یزیدیت کا آغاز اور حسینی مشن میں حبیب کے عزائم | جب حضرت مسلم کوفہ میں وارد ہوئے اور مختار کے مکان میں فروکش ہوئے اور سب سے پہلا اجتماع شیعوں کا جو ہوا اور اس میں مسلمؑ نے امام کا خط پڑھ کر سنایا اس موقع پر سب سے پہلی تقریر عابس ابن شبیب شاکری نے کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں دوسرے اشخاص کے متعلق کچھ نہیں کہتا اور آپ کو کسی دھوکہ میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا مگر جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں ہر طرح امداد کے لئے آمادہ ہوں اس تقریر کے ختم ہونے پر حبیب ابن مظاہر کھڑے ہوئے اور تائیدی حیثیت سے عابس کو شاباشی دی اور کہا کہ کتنے مختصر الفاظ میں تم نے حقیقت حال اور اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کردیا اور جناب مسلم سے مخاطب ہو کے کہا کہ میں بھی قسم اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی ارادہ پر قائم ہوں جو انھوں نے ظاہر کیا ہے (شہدائے کربلا حصہ دوم) نام نہاد مسلمانوں کے مکروفریب سے حضرت مسلم اسی کوفہ میں شہید ہو گئے جہاں حبیب ایک رکن سمجھے جاتے تھے حبیب ایسے عقیدت کیش کے لئے سزاوار تھا کہ وہ مسلمؑ کی شہادت دیکھ کر جان دیدیں مگر وہ سنجیدگی کے ساتھ اپنی طاقت کو روز عاشور کے لئے محفوظ رکھنا چاہتے تھے حضرت مسلمؑ کی شہادت ان کے سمند وفا کے لئے تازیانہ ہوتی مگر دشمن کے شہر میں رہ کر وہ اپنے تاثرات کا عملاً کچھ اظہار نہیں کرسکے ان کو عزلت گزینی ہی میں اس کی خبر تھی کہ فرزند رسولؐ سے دنیا پھر گئی ہے ایک دن بازار میں خضاب کے لئے رنگ خریدنے کو آئے اور عطا کی دکان پر سودا لے رہے تھے کہ راستہ

حبیب کا ارادۂ نصرت میں مسلم ابن عوسجہ مل گئے حبیب نے ٹوک کر کہا کہ اے بھائی مسلم میں دیکھ رہا ہوں اہل کوفہ گھوڑے اور آلات حرب جمع کر رہے ہیں۔ مسلم رونے لگے اور جواب دیا کہ کوفیوں نے فرزند رسولؐ کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ حبیب نے رنگ ہاتھ سے پھینک کر بقسم فرمایا تو پھر اب یہ داڑھی گلے کے خون سے خضاب ہو گی یہ سرگذشت متاخرین میں اکثر واقعہ نگاروں کے قلم سے دیکھی گئی ہے مگر مُلّا حسن یزدی کے مقتل میں اس کا عکس ہے اور ان کا بیان ؎ یہ ہے کہ مسلمؒ خضاب خرید رہے تھے اور حبیب نے امام حسینؑ کے قتل کی تیاری سے خبر دی مسلم نے ہاتھ سے حنا کی پڑیا پھینک دی اس بیان میں وہ منفرد ہیں بہر حال حبیب رنجیدہ ہو کر گھر میں آئے اس دن سے خضاب ترک کر دیا یا حبیب من لا حبیب لہ

بوڑھے مجاہد کا فوج حسینی میں بھرتی ہونا حبیب بن مظاہر امام کی سپاہ قلیل میں کب شامل ہوئے اور آیا وہ تنہا تھے یا کچھ اور لوگ ان کے ساتھ تھے اس سوال کے جواب میں اہل تحقیق میں اختلاف ہے مُلّا حسن یزدی اور فاضل معاصر صاحب ابصار العین کی تحقیق یہ ہے کہ امام حسینؑ کے دشت کربلا میں پہنچنے کے بعد یہ دونوں مجاہد وارد نینوا ہوئے اول الذکر مؤلف کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔ مسلم

لہ واللہ تصبغ ہذہ الا من دم نحری دون الحسین۔
اکسیر العبادات

ؔ انوار الشہادت ص ۶۳ مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۰۰ھ

بن عوسجہ، حبیب کے ساتھ سوار ہوکر روانہ ہوئے اور اس وقت پہونچے کہ دشمن کا لشکر مثل سیلاب کے پرے جمائے ہوئے جمع تھا اور امام اپنے چھوٹے سے لشکر کو لئے ہوئے خیمے کے روبرو تشریف رکھتے تھے۔ مؤخر الذکر محقق کے الفاظ یہ ہیں کہ جب امام کربلا میں پہونچ گئے تو حبیب اور مسلم پوشیدہ طور پر کوفہ سے روانہ ہوکر رات کو راستہ طے کرتے تھے اور دن کو چھپ رہتے تھے خدمت امام میں اس طرح پہونچے۔ کربلا میں فوجوں کا محاصرہ اور راستوں کو ہر چہار طرف سے بند کر دینا تاریخی مسلمہ ہے جس کو دیکھتے ہوئے یہ امید ہرگز نہیں کی جاتی کہ حبیب اور مسلم کو امام تک پہونچنے کا موقع آسانی سے مل سکا ہو خصوصاً اس وقت جب کہ یہ بھی ناقابل انکار ہے کہ مسلم بن عوسجہ کے ساتھ ان کا فرزند اور بی بی بھی موجود تھیں ماننا پڑے گا کہ ہر دو مجاہد کربلا پہونچنے کے پہلے سپاہ قلیل میں شامل ہو چکے تھے میرے خیال کی تائید اکسیر العبادات سے ہوتی ہے۔ محترم مؤلف کی تحقیق اقرب بصواب ہے۔ فرزند رسولؐ سفر کوفہ کے ذیل میں جب مقام زرود پر پہونچے اور جنگل میں خیمے نصب کر دیئے گئے اور آپ کو اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم کی المناک خبر شہادت پہونچی اور معلوم ہوا کہ کوفہ کے رہنے والے

لہ پس مسلم با حبیب سوار شدند و روانہ گردیدند وقتے رسیدند کہ لشکر اعدا مثل سیل سیاہ یک طرف صف زدہ و امام مظلوم با لشکر خود در بیرون خیمہا ایستادہ بودند انوار الشہادت ص ۶۳ ۔ لہ فلما ورد الحسین کربلا خرجا الیہ مختفین یسیران اللیل ویکتمان النہار حتی وصلا الیہ ابصار العین

نے مکر گیا ہے اس وقت اسی منزل پر امامؑ نے بارہ نشان مرتب کئے گویا اس
وقت تک حسینی قافلہ کی مسافرانہ حیثیت تھی اور جنگ و جدال کا کوئی خیال
ظاہری طور پر سانہ تھا مسلمؑ کی خبر شہادت نے بتایا کہ دشمن بر سر پیکار ہے اور
اب مدافعت کا وقت آ گیا نیز حضرت مسلمؑ قریبی رشتہ دار تھے ان کی سنائی سننے
کے بعد ہاشمی خون میں انتقام کا جوش پیدا ہو جانا فطری امر تھا اور یہ بنا ر مخاصمت
پیدا ہو جانے کے بعد ضرورت تھی کہ علم انتقام کا پرچم لہرانے لگے مگر انصار امام
نے ابتدار بجنگ نہیں کی اور صبر و شکیب کے جادہ پر رہے۔ عاقبت اندیش
امام نے بارہ نشان ترتیب دیکر انصار کو حکم دیا کہ ایک ایک مجاہد آکر مجھ سے یہ نشان
حاصل کرے مجاہدین راہ خدا ولولہ نصرت میں بڑھے اور رایات کی تقسیم شروع
ہوئی۔ گیارہ علم گیارہ شخصوں کو دیدئے اور بارویں علم کو کچھ سمجھ کر روک
لیا نشان کے پھریرے کھلتے تھے کہ نامردوں کے دل میں ولولۂ جنگ پیدا ہوا اور
بے چینی میں عرض کیا کہ حکم دیجئے تو اس زمین سے کوچ کریں۔ فرمایا تھوڑا صبر
کرو یہاں تک کہ اس آخری علم کا لینے والا بھی آجائے اصحاب نے عرض کیا کہ اے
سردار ہمارے یہ نشان بھی ہم میں سے کسی کو مرحمت ہو جائے آپ نے ولولۂ
جہاد کو دیکھ کر دعائے خیر کی اور فرمایا کہ اس کا اٹھانے والا آتا ہے انتظار چاہئے

لہ کان قد اتفق عشرۃ رایۃ ۱۲ امر ۳/۱۲ کمیر العبادات سہ و عدۃ لم تحمل من ہذہ
للابرجز ۱۲ امر ۳ معجزات الحسین خیر فقال یاتی الیہا صاحبہا

تھے کہ منزل شہادت تک جلد پہونچے اور امام کا دل چاہتا تھا کہ جب تک دور افتادہ حبیب آکر شامل نہ ہو جائے قدم نہ بڑھائیں ایک فوجی سپہ سالار کا فرض ہے کہ وہ تیار ہوئے بغیر نقل و حرکت نہ کرے میمنہ لشکر کا انتظام کر چکے تھے اور آدمی بھیجکر راستہ سے زہیر کو بلا کر شامل کیا میسرہ بے سردار کے رہا جاتا تھا دوات و قلم طلب کر کے حبیب کو خط لکھا کوفہ چونکہ اس منزل سے نزدیک تھا اس لئے اس سے بہتر کوئی موقع نہ تھا کہ حبیب کو آنے کا موقع دیا جائے اس خط کو حبیب کی سوانح عمری میں آب زر سے لکھنا چاہئے اور وہ سرفروش مستحق تبریک ہے جس نے اس پر آشوب دور میں حبیب تک خط پہونچا دیا۔

حسینؑ کی تحریر حبیبؓ کے نام

من الحسین بن علی بن ابی طالب الی الرجل الفقیہ حبیب بن مظاہر اما بعد یا حبیب فانت تعلم قرابتنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وانت اعرف بنا من غیرک وانت ذو شیمۃ وغیرۃ فلا تبخل علینا بنفسک یجازیک جدی رسول اللہ یوم القیمۃ۔ وہی طرز ہے جو سلیمان نبی کے خط میں تھا پہلے اپنا نام نذر قرطاس کیا اما بعد سب سے پہلے کس نے کہا اور رجل کے کیا معنی ہیں اور فقیہ کسے کہتے ہیں اس کی تفصیل میں طول ہو جائے گا مستقل فضائل ہیں حبیب بن مظاہر کے حبیب کی لفظ براعت استہلال ہے جو مکتوب الیہ کی سچی دوستی پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے اس خط میں قلم عصمت سے یہ الفاظ صادر ہوئے فلا تبخل علینا بنفسک پھر قربان ہونے میں بخل نہ ہوا ابھی تک تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ زر و مال راہ خدا میں صرف کرنا انسان کو سخی قرار دیتا ہے اور مال و متاع اللہ کے راستے میں نہ دینا

بخل ہے مگر اس خط سے معلوم ہوا کہ بہترین سخاوت سرفروشی ہے اور بدترین کنجوسی جان عزیز کرنا ہے یہ نظریہ امامت کے گھرانہ کا ہے طریحی علیہ الرحمہ تحقیق لفظ میں لکھتے ہیں دفی الشرع ھو المنع الواجب شرع میں۔ بخل اس کو کہتے ہیں جب واجب ادا نہ ہو اسی نقطہ نگاہ سے امام حسن علیہ السلام نے اوس تعویذ میں جو بازوئے قاسم پر باندھا تھا وصیت کی تھی ولا تبخل علیہ بروحک (دیکھو قاسمؑ) اپنی جان نثار کرنے میں چچا پر بخل نہ کرنا

خدا کا شکر کنجوسی کا دھبہ جب اصحاب کے دامن پر نہیں تو اہل بیت ان سے کہیں بہتر ہیں اور وہ خواتین بھی ان معانی میں فیاض کہی جائیں گی جنھوں نے اپنے شوہروں کو اولاد کو جان دینے سے نہ روکا الغرض نامہ بر مستحق تعریف ہو کہ اس نے نامہ امام کا کوفہ پہونچایا۔ اب ترجمہ ملاحظہ ہو۔ یہ نامہ ہے حسینؑ بن علی بن ابی طالب کی طرف سے مرد فقیہہ حبیب بن مظاہر کے نام بعد حمد و صلوٰۃ کی واضح ہو کہ اے حبیب تم خوب جانتے ہو جو قرابت ہم کو پیغمبر خدا سے ہے اور تم اغیار سے زیادہ ہم کو پہچانتے ہو اور تم خوش خصال غیرت دار انسان ہو جان دینے سے بخل نہ کرنا اس کی جزا تم کو میرے نانا رسولؐ خدا بروز قیامت دیں گے۔ یہ خط حبیب کے پاس روانہ کیا اور قاصد رات گئے کوفہ پہنچا حبیب دسترخوان پر زوجہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ بی بی کے لقمہ گلوگیر ہوا اور اس مومنہ نے تعجب سے اللہ اکبر کہا اور شوہر کی طرف رخ کرکے بولیں۔ اے

لہ مجمع البحرین

حبیب کسی کا خط آیا چاہتا ہے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دروازے پر قاصد پہونچ گیا اور صدا دی، حبیب نے پوچھا کون ہے۔ قاصد نے جواب دیا انا بریدِ الحسین کہ میں پیامبر ہوں حسینؑ بن علیؑ کا۔ حبیب بی بی کی صداقت کی تصدیق کرتے ہوئے تکبیر کہکر اٹھے اور جس طرح زہیر بن قین دستر خوان چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے اسی طرح حبیب بھی کھانا چھوڑ کر باہر آئے نامہ لیا لفافہ چاک کیا خط کا مضمون پڑھا۔ کسی فارسی شاعر نے یہ شعر غالباً حبیب ہی کی زبان میں نظم کیا ہے۔

قاصد رسید و نامہ رسید و خبر رسید   در حیرتم کہ جاں بکدامے کنم نثار

حبیب چاہتے تھے کہ ابن زیاد کے خوف میں اپنے ضمیر سے کسی کو آگاہ نہ کریں۔ مگر شاید قاصد کی صدا ان کے چچا زاد بھائیوں نے سن لی اور فوراً ہی گھر میں داخل ہوئے۔ پوچھا ہم نے سنا ہے کہ تم نصرت حسینؑ کے لئے خروج کرنے والے ہو حبیب نے مصلحت آمیز جواب دیا۔ بی بی پس پردہ بھائیوں کی گفتگو سن رہی تھیں اس مومنہ کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ حبیب اس ابدی سعادت سے محروم رہ جائیں اس ڈر میں شوہر سے گفتگو شروع کی۔

بی بی:۔ کیوں حبیب شاید آپ نصرت حسینؑ کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

حبیب (مصلحت سے) ہاں۔

بی بی ۔ حمیت عرب سے بیقرار ہو کر) تو پھر یہ مقنعہ آپ ہی کے سر کے لائق ہے کیا حسینؑ کے نانا اور رسولؐ خدا کی حدیث فراموش کر دی جنھوں نے نواسوں کی شان میں فرمائی تھی کہ "یہ میرے دونوں فرزند سردار ہیں جوانان بہشت کے اور دونوں

امام ہیں خواہ خروج کریں یا گوشہ نشین رہیں" افسوس کی بات ہے کہ حسینؑ کا ایلچی آئے اور مدد طلب کرے[1]

حبیب۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ تم کیونکر زندگی بسر کرو گی۔

بی بی۔ میں خاک پھانک کر رہوں گی مگر آپ نصرت سے باز نہ آئیں۔

حبیب جب بی بی کا امتحان لے چکے اور عورت کو مصائب پر ثابت قدم پایا تو دعائے خیر کی اور اپنے ارادے کا اظہار کیا۔ بی بی نے عرض کیا میری بھی ایک آرزو ہے۔ پوچھا وہ کیا، کہا آپ کو خدا کی قسم جب امام کے قریب پہونچئے گا تو میری طرف سے ہاتھوں اور پیروں پر بوسے دیجئے گا اور میری طرف سے تسلیم عرض کیجئے"[2]—

حبیب نے عرب کے رسم و رواج کے موافق "حباً وکرامۃ" کہہ کر اقرار کیا اور جلد جلد گھوڑے کو زین سے آراستہ کرکے غلام کو دے کر کہا کہ خبردار کسی کو اطلاع نہ ہو فلاں مقام پر پہونچ کر میرا انتظار کر۔ حبیب بی بی سے رخصت ہوئے اور اہل کوفہ کے خوف میں گھر سے خفیہ نکل کر اس شان سے روانہ ہوتے جیسے اپنی زراعتوں پر جاتے تھے۔ درحقیقت حبیب کا یہ سفر کشت عمل کے لئے تھا اس سے بہتر کھیتی نہ تھی کہ آخرت کی تحصیل ہو۔ حبیب خفیہ راستہ طے کر رہے ہیں اور غلام انتظار کے لمحات بے چینی سے ختم کر رہا ہے حتی کہ ناکہ پر حبیب پہونچ گئے تو یہ سنا کہ غلام گھوڑے سے کہہ رہا ہے اگر میرا آقا نہ آیا تو میں تجھ پر بیٹھ کر نبی زادہ کی مدد کروں گا۔ گھوڑے

---

[1] فقالت وعنی اکل التراب ولاتترک نصرۃ الحسین [2] ثم قالت لی الیک حاجۃ فقال ما ھی قالت باللہ علیک یاحبیب اذا قدمت علیہ فقبل یدیہ ورجلیہ نیابۃ عنی

نے جو یہ ولولہ دیکھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور گھانس سے منہ اٹھا لیا
حبیبؓ ہاتھ مل کر کہنے لگے میرے ماں باپ فدا ہوں آپ پر اے فرزند رسول غلام
بھی سرفروشی کی تمنا کرتا ہے تو آزاد کو نصرت کا زیادہ حق ہے غلام کو اس کے
عقیدے کی پختگی کی جزا میں آزاد کیا۔ اس نے رو کر جواب دیا کہ اے میرے سردار
خدا کی قسم میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا جب تک کہ خدمت امام میں نہ پہونچوں
اور نصرت حسینؑ کر کے ان کے سامنے قتل نہوں۔ حبیب نے غلام کے کلام کو بڑے
استحسان کی نظر سے دیکھا اور دعا دی۔

مجھے نہیں معلوم یہ غلام ساتھ رہا یا واپس کر دیا گیا۔ شہدار کے سلسلۂ حالات
میں اس کی شہادت کا تذکرہ نہیں ہے۔ ممکن ہے حبیب نے اس کو واپس کر دیا
ہو۔ غلام کا ساتھ ہونا تو تشنۂ تحقیق ہے۔ مگر یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مسلم بن عوسجہ اور
حبیب ہر کز پر ساتھ ساتھ پہونچے یا تو کچھ دور راہ طے کرنے کے بعد راستہ سے ساتھ
ہو گئے یا سرحد کوفہ ہی سے ساتھ ہو گیا تھا لیکن مسلم بن عوسجہ کی یہ ہمت قابل داد
ہے کہ وہ اس پر آشوب راہ میں عیال کو لے کر چلے۔ تقریباً تمام مقاتل میں موجود
ہے کہ مسلم بن عوسجہ کی بی بی نے فرزند کو آلات حرب سے آراستہ کر کے میدان نبرد
میں بھیجا اور باپ کی طرح یتیم بیٹا بھی کام آیا۔ مسلم اور ان کے زن و فرزند کے
ساتھ ہو جانے سے حبیب کے مشکلات میں یقیناً اضافہ ہو گیا ہو گا حبیب گھوڑا سرپٹ

لہ وصفق باحدی یدیہ علی الاخری وقال بابی انت وامی یابن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ لعبد تیمنون نصرتک فکیف الاحرار ۱۲

دوڑاتے ہوئے خدمت امام میں چلے وہاں ان کا بے چینی سے انتظار تھا حبیب لائق مدح ہیں جو کربلا پہونچ گئے ہے اور بی بی حقدار ثنا ہے جس نے غیرت دلا کر بھیجا کوفہ حرم امیر المومنین اور قبۂ اسلام ہے حبیب اس سے نکل کر کربلا اسطرح پہونچے جیسے پھول سے خوشبو یا آنکھ سے نور یا دل مظلوم سے آہ۔ کوفہ کی طرف سے گرد اٹھی اور امام نے بے ساختہ فرمایا کہ اس نشان کا حقدار وہ آپہونچا جب حبیب کو انصار حسینؑ نے آتے دیکھا تو مسرت کی حد نہ تھی حبیب دور ہی سے گھوڑے پر سے کود پڑے اور امام کو زمین کی خاک قدم پر بوسہ دیا اور آبدیدہ ہو کر امام اور اصحاب پر سلام کیا زوجہ کا سلام پہونچایا، حبیب کے آنے سے سپاہ قلیل میں وہ روح دوڑ گئی کہ حرم سرا میں خبر پہونچی۔ جناب زینبؑ کبریٰ سلام اللہ علیہا نے دریافت کیا کہ کون آیا ہے جواب دیا گیا حبیب ابن مظاہر اسدی۔ خاتون قیامت کی دختر نے خادمہ کو بھیجا اور کہا کہ میری طرف سے حبیب کو سلامؑ کہہ دو۔ حبیب نے اس بے پناہ عزت افزائی کو دیکھ کر اپنے منہ پر طمانچے مارے اور سر پر خاک ڈالی اور کہا کہ میرا بھی یہ مرتبہ کہ دختر امیر المومنین مجھ کو سلام کہے

حبیب کا محبوب کو انتظار تھا اور فوج حسینی میں	حبیب کا کربلا میں داخلہ

ؑ ثانی زہرا کا حبیب کو سلام کہنا ان کی شان کے منافی ہرگز نہیں ہے امام موسیٰ کاظم نے عامل نیشاپور کی معرفت اپنے دوستدار شطیطہ کو سلام کہلا بھیجا جناب رسالتمآب کی سیرت تھی کہ آپ خواتین پر سلام کرتے تھے۔

جو کمی تھی وہ پوری ہو چکی تھی آخری نشان حبیب کو ملا رکا ہوا لشکر روانہ ہوا
بارہ نشانوں کے لہراتے ہوئے پرچم ناواقف کو امامت کی صداقت اور
حقانیت کا پتہ دیتے ہوئے ایک خاص شان پیدا کر رہے تھے مرکز پر پہونچنے کے
لیے چند منزلیں باقی تھیں (۱) منزل زبالہ جو مکہ سے آنے والے مسافروں کے
لیے واقصہ اور ثعلبہ کے درمیان واقع ہے دوسرے (۲) منزل عقبہ جو واقصہ
کے بعد پڑتی ہے (۳) منزل شراف یہیں سے لشکر حر کا ساتھ ہوا (۴) ذو حسُب
(۵) رہیمہ جو کوفہ کے قریب کی مزروعہ آراضی ہے پر ٹھہرے اور عذیب و
قادسیہ[1] کے راستے سے روانہ ہوئے یہ راستے بہت پھیر کھا کے طے کئے اور راہ
متعارف نہ جدھر مصلحت مجبور کرتی اس طرف سے گزرتے تھے طرماح
عدی جو فصحائے عرب میں مشہور تھے اور راستے خوب جانتے تھے وہ آگے آگے
اپنے سر بلند ناقہ پر پرجوش اور سخت اشعار پڑھتے ہوئے جس کا مطلع یہ ہے ؎
یاناقتی لا تذعری من زجری وامض بنا قبل طلوع الفجر یہ سفر تاروں
کی روشنی میں ہو رہا تھا اور طرماح چاہتے تھے کہ صبح سے پہلے منزل پر پہونچیں
تاکہ نماز صبح اطمینان سے پڑھی جائے طرماح کے تشدد انگیز اشعار جس میں وہ
ابن زیاد کی نسبی کمزوریوں پر پکار پکار کر نکتہ چینی کر رہے تھے۔ کا یہ اثر ہوا کہ حُر
کا لشکر اپنے بادشاہ کی برائیاں نہ سن سکا اور لشکر امام سے دور دور رہنے لگا
اسی عالم میں قافلہ کربلا پہونچا۔ حُر کے ساتھ ہونے سے لشکر حسینی کی رتی رتی خبریں

---

[1] خشکی کے حصہ کی طرف واقع ہے جو کوفہ سے ۱۵ میل پر ہے

ابن زیاد تک پہونچتی تھیں اور دارالامارہ سے لشکرِ حُر تک نامہ و پیام کا
ایک سلسلہ قائم تھا۔ حبیب بن مظاہر اسدی کے ساتھ ہونے کی اطلاع بھی
ابن زیاد کو ہوئی اور یقیناً وہ اپنی جگہ کفِ افسوس ملتا ہوگا کہ ان کو کوفہ ہی
میں کیوں نہ روک لیا اب بجز اس کے کوئی صورت نہ تھی کہ حبیب کو لشکرِ حسینی سے
توڑنے کی کوشش کی جائے۔

لشکرِ شام میں داخلہ کی کوشش ابھی تک تو یہ سمجھے تھے کہ شمر کی طرف سے
قرابتِ ہاشم حضرت عباس علمبردار کو امام کا ساتھ چھوڑ دینے پر مجبور کیا گیا تھا
مگر اب معلوم ہوا کہ حبیب پر بھی مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالے گئے۔ مال و
دولت کی طمع دی گئی اور پسرِ سعد نے چاہا تھا کہ سیم و زر کی محبت میں وہ حسینؑ کا
ساتھ چھوڑ دیں مگر توبہ حبیب جن کے خمیر میں حسینی محبت تھی بھلا وہ کب جا سکتے تھے

لہ حبیب از آں ہفتاد کس بود کہ حضرت امام حسین علیہ السلام را یاری نمودند و
پیش صدمہ کوہہائے آہن شدند و طعنہائے نیزہ را بسینہ استقبال نمودند و فرق ہائے
شمشیر را بوجود مواجہ نمودند با وجود آنکہ اعدائے اہل بیت ایشان را امان
مبذول داشتند و مالہا برایشان عرضہ میکردند ایشان آن موافقت آنہا ابا نمودند و
گفتند کہ نزد پیغمبر صلعم چہ عذر خواہیم پیش آورد اگر امام حسین کشتہ شود ما او را
نصرت نہ کردہ باشیم پس از آں حضرت مفارقت نہ نمودند تا در قدم او بدرجہ
شہادت رسیدند مجالس المومنین - تنقیح المقال

اموی دولت پر ٹھوکر لگائی اور فرمایا کہ اگر حسینؑ قتل ہو گئے اور میں نے نصرت نہ کی تو میں پیغمبر خدا کو کیا جواب دوں گا۔

اطمینان قلب اور آپس میں مذاق کربلا میں پہونچنے کے بعد دشمن کی بے پناہ طاقت اور ٹڈی دل فوج کا حبیب ایسے بہادر کے دل پر کوئی اثر نہ تھا اہل حرم کی مصیبت / بیشک دل کو پاش پاش کئے دیتی تھی ان کو اس قدر اطمینان حاصل تھا کہ مرنے سے پہلے کے لمحات ہنسی اور مذاق میں گذرے۔ حضرت قاضی نور اللہ شوستریؒ لکھتے ہیں کہ حبیب جن دنوں صحرائے کربلا میں گرفتار بلا تھے ایک دن اپنے دوستوں میں سے کسی[1] سے مزاح کیا بریر نے کہا بھائی یہ ہنسنے کا دن تو نہیں ہے حبیب نے جواب دیا کہ پھر اور کون دن میرے مسرور ہونے کا ہوگا ابھی امام کے سامنے جہاد کرتے ہیں اور بہشت میں حوروں سے ہم آغوش ہوں گے۔

خاک قدم تو[2] دوست شدم نیست کسے را

آں عیش کہ امروز کنم در قدم اوست

یہ مطابعہ دیگر مورخین نے بریر کا بتایا ہے ممکن ہے کہ حبیب اور بریر دونوں صحابیوں کی زبان پر اطمینان انگیز کلمات جاری ہوئے ہوں

دشمن کو نصیحت حبیب بن مظاہر ایسے موقع کے منتظر تھے کہ وہ دشمن کے ساتھ گفت و شنید کریں چنانچہ جب عمرو بن سعد نے قرہ بن قیس حنظلی کو امام کے پاس بھیجا اور وہ دور سے آتا دکھائی دیا، امام نے پوچھا تم لوگ اس شخص

---

[1] تنقیح المقال

[2] مجالس المومنین ۱۲

سے واقف ہو۔ حبیب بن مظاہر نے کہا جی ہاں یہ قبیلہ بنی حنظلہ سے تمیمی شخص ہے اور اپنے ننھیالی رشتہ سے میرا عزیز ہوتا ہے میں اسے کافی سمجھدار انسان سمجھتا ورنہ ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ اس جنگ میں یہ آکر شریک ہوگا وہ آیا اور امام کو ابن سعد کا پیغام پہونچایا جس کا حضرت نے مناسب جواب دیدیا حبیب ابن مظاہر نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر کہا ارے قرہ بن قیس کہاں جارہے ہو ظالم جماعت کی طرف اس کی امداد کرو جس کے بزرگوں کی بدولت خدا نے تم کو اور تم کو اسلام کی عزت عطا کی قرہ نے کہا کہ میں پیغام کا جواب جاکر کہہ دوں تو اس مشورہ پر غور کروں۔ اس تقریر کا اثر قرہ کے دل پر ہوا چنانچہ جب حرؑ نے فوج دشمن سے کنارہ کشی کرکے امام کی طرف آنا چاہا قرہ اس کے ساتھ تھا حرؑ نے قرہ کو پاس سے ہٹانے کے لئے کہا کہ تم نے اپنے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا۔ قرہ پانی پلانے کے لئے گیا اور حرؑ فوج حسینی میں مل گئے قرہ کو اس کا بڑا غم تھا وہ کہتا تھا کہ اگر حرؑ اپنا ارادہ ظاہر کرتا تو میں بھی ان کے ساتھ نصرت حسینؑ کے لئے چلا جاتا[۱]

فوج مخالف سے گفتگو نویں تاریخ شام کو جب اہل کوفہ نے دفعتہً امام کی طرف رخ کیا اور حملہ کردیا اور امام نے جناب عباس کو ان کے پاس مکالمہ کے لئے بھیجا جناب عباس ۲۰ سواروں کے ساتھ جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے ان کے سامنے گئے اس موقع پر حبیب بن مظاہر نے مجمع کو مخاطب کرکے کہا سوچو تو کتنا برا انجام ہوگا خدا کے یہاں اس جماعت کا جو اس کے سامنے جائیگی

---

[۱] تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۶ و ۲۴۳ و ۲۴۴ [۲] تاریخ طبری جلد ۶ ص ۲۳۷

اس حالت میں کہ اس نے اولادِ رسولؐ کا خون بہایا ہے اور ملک کے ان عبادت گزاروں کو قتل کیا ہے جو پچھلے پہر سے اٹھنے والے اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرنے والے ہیں عزرہ بن قیس نے جو ایک خفیف الحرکات مسخرا انسان تھا بات کاٹ کے کہا کہ حبیب تم اپنی طرف ہر موقع پر اشارہ کرتے رہتے ہو کہ میں بڑا عبادت گزار ہوں۔ یہ بے موقع گستاخی سن کر زہیر کو غصہ آگیا اور کہا عزرہ اس میں رشک کا ہے کا ہے۔ بیشک حبیب کا نفس ایسا ہے جس کا خدا نے تزکیہ کیا ہے اور اس کو صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا کی ہے۔

شمر کی گستاخی کا جواب جب امام حسینؑ نے صبح روزِ عاشورا اپنا تاریخی یادگار خطبہ پڑھا ہے شمر نے انتہائی بے شرمی، بے حیائی اور کمینہ فطرتی سے پکار کر آواز دی کہ میں منافق ہوں اور خدا کی عبادت ایک حرف پر کرتا ہوں (یعنی صرف زبانی)، اگر کچھ میری سمجھ میں آرہا ہو کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس گستاخی کا حبیب ابن مظاہر نے یہ جواب دیا ہے بیشک خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں تو خدا کی ستر حرفوں پر عبادت کرتا ہے (یعنی تیری عبادت مخلصانہ حیثیت سے یک رنگ نہیں بلکہ ہفتاد رنگ ہے)، اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہتا ہے تیری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ امام کیا فرماتے ہیں۔ کیونکہ تیرے دل پر مہر لگ چکی ہے۔

فوجی امداد حبیب صفین و جمل و نہروان میں شیرِ خدا کے ساتھ جنگ کر چکے تھے

۱؎ تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۳، ناسخ التواریخ جلد ششم ص ۲۴۳ چھاپہ بمبئی

ان کو آداب حرب خوب اچھی طرح معلوم تھے اور اپنی اقلیت کو اکثریت سے
تبدیل کرنے کی فکر تھی قرہ کو انفرادی حیثیت سے فوج حسینی میں شامل کرنے
کی کوشش کی میدان جنگ میں دشمن کی فوج پر اپنے پُرزور خطبات سے
اثر ڈالا حتیٰ کہ انھیں مساعی جمیلہ میں زندگی کی آخری رات آگئی ہمیں حیرت
تھی کہ امام کے شب عاشور خطبہ پڑھ کر اصحاب سے حلقہ بیعت اتارنے پر سعد
بن عبداللہ حنفی، مسلم بن عوسجہ، زہیر بن قین، محمد بن بشیر حضرمی وغیرہ انتہائی
جوش میں زلزلہ افگن الفاظ استعمال کر کے اظہار عقیدت کرتے ہیں اور قدر
شناس امام عصر زیارت ناحیہ میں ان کے مخلصانہ کلمات کو دہراتے ہیں،
مگر حبیب کے جواب کا تذکرہ نہ صفحۂ تاریخ پر ہے نہ زیارت کے متن میں کیا
حبیب خاموش تھے اور وہ اس موقع پر ساکت رہنا چاہتے تھے۔ ہرگز نہیں وجہ
یہ تھی کہ وہ اس موقع پر موجود ہی نہ تھے۔ چنانچہ ارباب مقاتل نے لکھا ہے
حبیب نے دسویں ہی محرم کی شب کو امام سے اذن حاصل کیا کہ وہ اپنے قبیلہ
میں جاکر مدد طلب کریں حضرت نے اجازت دی اور حبیب تن تنہا گئے قبیلہ
نے پرتپاک خیر مقدم کرتے ہوئے آنے کا سبب پوچھا حبیب نے کہا کہ اس لئے
آیا ہوں کہ تم کو امر خیر کی طرف راہنمائی کروں وہ یہ کہ رسولؐ خدا کا فرزند
ایک جماعت مومنین کے ساتھ کربلا کی زمین پر اترا ہوا ہے ان کے اصحاب میں
ہر شخص شجاعت و بہادری میں ہزار پہلوانوں سے طاقتور ہے عمر سعد نے ان

لہ ناسخ التواریخ جلد ششم صـ۲۳۳ چھاپہ بمبئی تاریخ کامل صـ۴۵

پر چڑھائی کی ہے تم میرے کنبہ کے لوگ ہو میرا فرض ہے کہ تمہاری نصیحت سے ہاتھ نہ اٹھاؤں اور تم فرزند پیغمبر کی نصرت کر کے دین اور دنیا کا شرف حاصل کرو خدا کی قسم ان کے سامنے جو بھی شہید ہو گا وہ پیغمبر خدا کے ساتھ بہشت میں جائے گا یہ سن کر عبداللہ

اصحاب حسین کا تعارف

بن بشر رجز پڑھتا ہوا اٹھا اور حبیب کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ ۹۰ آدمی نصرت پر تیار ہو گئے حبیب اس جماعت کو لئے ہوئے واپس ہو رہے تھے کہ ایک بد سرشت نے پسر سعد کو خبر دی اور ارزق شامی کی ماتحتی میں ۴۰۰ سپاہی متعین کر کے حبیب کے سدراہ ہوئے اور فرات کے کنارے جنگ کے آثار نظر آنے لگے سیاست کا تقاضہ تھا کہ اس تصادم سے اپنی قوت کو بچاتے ہوئے مرکز تک پہونچ جاتے حبیب نے یہی کیا اور ارزق سے تقریر شروع کی تجھے اور مجھے اس موقع پر لڑنا سزاوار نہیں ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تیرے سوا کسی اور کی طرف سے آغاز جنگ ہو (تو اس الزام سے بری رہے) ارزق پر کوئی اثر سمجھانے کا نہ ہوا اور اس کے ماتحت سپاہیوں کو لڑنے کا حکم دیا۔ نو وارد بنی اسد اپنی اقلیت سے مجبور ہو کر واپس ہو گئے حبیب کی ذات سے دشمن کو فی الحال کوئی مخالفت نہ تھی وہ بے نیل و مرام واپس ہوئے اور ساری سرگذشت امام سے بیان کی حضرت نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ بظاہر حبیب اس وقت پہونچے ہیں جب شب عاشور کا وداعی خطبہ ختم ہو چکا تھا اور انصار باری باری اظہار عقیدت کر چکے تھے اور عنان سخن یہاں تک پہنچی تھی کہ امام اپنے تمام اصحاب و انصار، عزیز و اقربا کی خبر شہادت دے رہے

تھے۔ حبیب کو امامت کے مسئلہ کی اہمیت اچھی طرح معلوم تھی۔ انھوں نے
گھبرا کے ایک فاضلانہ سوال کیا کہ اے سردار میرے اور ہمارے سید علی بن الحسینؑ
... فرمایا خدا میری نسل کو منقطع نہیں کرے گا وہ تو آٹھ اماموں کے باپ ہیں"
اس مژدہ سے ان کو تسکین ہوئی حبیب کا مدد طلب کرنے کے لئے قبیلہ
بنی اسد جانا یقیناً عبادت اور تعاونوا علی البر والتقویٰ کی ترجمانی
وہ وما علینا الا البلاغ کے فریضہ سے سبکدوش ہو کر اپنے رفیقوں کے ساتھ
رات کا بقیہ حصہ قیام۔ قعود رکوع و سجود میں صرف کر دیتے ہیں علامہ مامقانی
نے شب عاشور حضرت زینبؑ سے حبیب کی گفتگو کی طرف صرف اشارہ کیا ہے
جوان کے بلندیٔ مرتبہ کو ظاہر کرتا ہے۔ تفصیل نہیں ہے۔ یا دخدا زندگی کا
آخری کام تھا جس سے فارغ ہو کر صبح عاشور نمودار ہوئی امام وقت کی اقتدا
میں آخری نماز با جماعت پڑھی۔ انصار حسینؑ کی دفاعی جنگ وہ جہاد تھا جو
تعقیبات نماز میں محسوب ہو کر شروع ہوا اور مجاہدین راہ خدا سجادوں سے
اٹھ کر پشت فرس پر گئے۔ وہ دشمن جس نے بہت مشکل سے عبادت شب

قربانی آل محمد کا دن اور حبیب کے خدمات

جمعہ کی مہلت دی تھی۔ طبل
جنگ بجانے لگے۔ ٹڈی دل فوج مرتب ہونے لگی۔ میمنہ عمرو بن حجاج کو سپرد
کیا گیا اور میسرہ پر شمر کو افسر بنایا علم ورید کو ملا خود پسر سعد قلب لشکر میں

لہ فی لیلۃ عاشورا مکالمات مع زینب الکبریٰ سلام اللہ علیہا تکشف عن غایۃ جلالتہ
حشرنا اللہ معہ فی دار القرار تنقیح المقال ص۲۵۲ ج ۱ لے تاریخ کامل ص۳۵ جلد ۴ مصر ۱۲

جاگزیں ہوا۔ فوج خدا میں گنتی کے سپاہی تھے ان میں میمنہ و میسرہ، قلب و جناح کی تشکیل کیونکر ہوتی ۔ مگر خود حبیب کے بقول ان میں کا ایک ایک مجاہد خواہ بچہ ہو یا بوڑھا شجاعت و بہادری میں ایک ایک ہزار سپاہیوں کے مقابل تھا۔ فرزند رسولؐ نے اپنی فوج کی ترتیب اس طرح فرمائی کہ ۲۰ سپاہیوں کا میمنہ قرار دے کر زہیر بن قین کو افسر بنایا اور میسرہ پہلے ہی سپاہیوں کو لے کر حبیب بن مظاہر متعین ہوئے اور علم ہدایت شیم اپنے بھائی قمر بنی ہاشم کو مرحمت کیا۔ حبیب بن مظاہر کی بہادری کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ امام کی نگاہ میں زہیر، عمر بن حجاج کے مقابلے کو کافی تھے اور شمر کی مدافعت کے لئے بوڑھا مجاہد منتخب ہوا۔ بڑھاپے میں سرداری کا منصب حاصل کر کے اس گھرانے سے حبیب کی مزید عزت افزائی ہوئی ۔ صف مخالف سے دو پہلوان یسار اور سالم نکلے جن کی مبارزطلبی پر حبیب بن مظاہر اور بریرؓ اٹھ کھڑے ہوئے ۔ مگر امام نے عسکریت درہم و برہم ہو جانے کے خیال میں حبیب کو بحیثیت منصب دار روکا یا ان دونوں بہادروں کو اس لئے اجازت نہ دی کہ وہ دونوں غلام تھے اور عرب میں کفو کا بہت زیادہ لحاظ کیا جاتا تھا حبیب ایسے پیکر علم و عمل کا مقابلہ ایسے پست طبقہ کے سپاہی سے درست نہ تھا۔ حبیب کے اس اقدام سے صاف ظاہر ہے کہ وہ پہلے ہی اپنی جان نثار کرنے پر تیار تھے مگر قدر شناس امام کو محل اور موقع کا انتظار تھا۔ میر انیس مرحوم نے جو پورا مرثیہ حبیب بن مظاہر کے حال[۱] میں کہا ہے ۔ اس میں ان کے اجازت جہاد مانگنے پر آقائے

---

[۱] مطلع ۔ کیا فوجِ حسینی کے جوانان حسین تھے ۔ ۱۲

جواب دیا ہے کہ پیرانہ سالی کا تقاضہ ہے کہ آپ نجف اشرف میں اعتکاف کرکے بقیہ عمر ختم کردیں۔ حبیب نے جواب دیا سے

فردوس میں جانا مجھے منظور ہے آقا!

جنت تو ہے نزدیک نجف دور ہے آقا

یہ بلند تخیل حبیب کے حالات میں نظر انداز کرنا میر انیس کے ادبی اور دینی خدمات پر ایک ضرب لگاتا ہے۔ اگر حبیب قتل ہو جاتے تو ان کو یہ عزت نہ ملتی کہ جو مجاہد گھوڑے سے گرتا تھا اس کے بالیں پر امام حبیب کو لے کر آتے مسلم بن عوسجہ کے بالیں پر پہونچے وقت حبیب ساتھ تھے اسلامی قواعد سے مرنے والے کے لئے وصیت بہت ضروری فریضہ ہے حبیب کو منظور یہ ہوا کہ ان کے دوست مسلم کو وصایا کا اجر بھی ملے۔ اس لئے عجب عنوان سے وصیت کے لئے کہا مسلم نے نصرت حسینؑ کی وصیت کی اور حبیب نے جوابؔ دیا کہ رب کعبہ کی قسم میں ایسا ہی کروں گا۔

جنگ اور رجز انہیں خدمات میں نماز ظہر کا وقت آگیا اور ابو ثمامہ کی تحریک پر نمازیوں کا دل چاہا کہ نماز بھی باجماعت ہو جائے مگر اتنا موقع کہاں تھا۔ کتنے ہی مجاہد شہید ہو چکے تھے اور سپاہ قلیل میں کمی محسوس ہو رہی تھی جو بہادر باقی رہ گئے تھے وہ جان دینے کے منتظر تھے اور تیروں کی بوچھار میں سینہ تان تان کر جنگی خدمات انجام دے رہے تھے ان مشکلات میں نماز کی اجازت طلب کی

ؔ نقال حبیب افعل برب الکعبہ ۱۲ ابصار العین

گئی اور نام نہاد مسلمانوں کے مجمع سے ایک بے دین نے جس کا نام حصین تھا بے ادبانہ جواب دیا کہ نماز پڑھنا ہو تو پڑھ لو مگر تمہاری نماز قبول نہیں ہے یہ سنتا تھا کہ حبیب بن مظاہر نے سخت ترین جواب دیا اور کہا اے پسر شراب خوار[1] تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے اور تو اپنی قوم سے فنا ہو جا۔ دختر رسولؐ کے فرزند کی نماز تو قبول نہ ہو اور تیری نماز قبول ہو۔ حصین کو ماں کا ذکر سن کے غصہ آگیا اور تلوار کھینچ کے یہ رجز پڑھا ؎

دونک ضرب السیف یا حبیب
وافاک لیث بطل نجیب

فی کفہ مہند قضیب
کانہ من لمعہ حلیب

اور کہا اے حبیب میرے مقابلے کو نکل تو آ اور لڑنے میں مجھ کو تیز دست[2] پاؤ گے۔

اس کے ہاتھ میں وہ شمشیر براں ہے جو ہندوستان کے لوہے سے بنائی گئی ہے چمک اس کی دودھ کی طرح سفید ہے۔ حبیب امام پر سلام کر کے رخصت ہوئے اور عرض کیا اے فرزند رسولؐ اگر آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا تو میں بہشت میں نماز پڑھ لوں گا اور آپ کی طرف سے آپ کے نانا اور باپ اور ماں اور بھائی کو سلام پہونچاؤں گا۔ علامہ کاشفی نے اس مجاہد اعظم کی رخصت بایں الفاظ

---

[1] حبیب نے جواب میں یا ابن الخمارہ کہا اور ناسخ التواریخ میں یا خناد کی لفظ ہے جس کے معنی غدار اور مکر و فریب کے ہیں اور تاریخ کامل میں الحمار کی لفظ ہے جس کے معنی خر کے ہیں۔ ۱۲ [2] ناسخ التواریخ ص ۲۶۸ و اسرار الشہادت ص ۲۷۰

[3] اکسیر العبادات ص ۲۷۷

لکھی ہے کہ جب حبیب طالب رخصت ہوئے تو امام نے فرمایا کہ حبیب تم میرے نانا کی نشانی ہو۔ میں تمہاری جدائی اٹھا نہیں سکتا۔ علاوہ بریں بڈھے جہاد سے معذور ہوتے ہیں۔ عرض کیا آقا بڈھے تو اور زیادہ تجربہ کار ہوتے ہیں۔ غرض حصین کے مقابلہ کو آئے اور حبیب نے یہ رجز پڑھا ؎[1]

پہلا حملہ

اَنَا حَبِیْبٌ وَ اَبِیْ مُظَاهِرٌ	وَفَارِسُ الْهَیْجَاءِ لَیْثٌ قَسْوَرٌ
وَاَنْتُمْ عِنْدَ الْعَدِیْدِ اَکْثَرُ	وَنَحْنُ اَوْفٰی مِنْکُمْ وَاَصْبَرُ
وَنَحْنُ فِیْ کُلِّ الْاُمُوْرِ اَقْدَرُ	وَاَنْتُمْ عِنْدَ الْوَفَاءِ اَغْدَرُ
وَنَحْنُ اَعْلٰی حُجَّۃً وَ اَظْهَرُ	حَقًّا وَاَتْقٰی مِنْکُمْ وَاَعْذَرُ
کَفِیْ یَمِیْنِیْ صَارِمٌ مُنْکَرُ	وَفِیْکُمْ نَارُ الْجَحِیْمِ تُسْعَرُ

(یعنی میں حبیب ہوں اور میرے والد کا نام مظاہر تھا۔ میدان نبرد کا شہسوار اور شیر نر ہوں۔ تم گنتی میں ہم سے زیادہ ہو اور ہم صبر و وفا میں تم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ہم ہر بات پر قادر ہیں اور تم وفا کی منزل پر فریب کار ہو۔ ہماری حجت بالا اور حقیقت نمایاں ہے اور فرائض کی پابندی زیادہ اور دامن صاف ہے۔ ہمارے ہاتھ میں شمشیر برندہ ہے اور تم دوزخ کی شعلہ ور آگ میں رہو گے)

اس رجز میں بعض مقاتل میں یہ دو شعر بھی نظر آتے ہیں ؎

اَلموت عندی عسل وسکر	من البقاء بینکم یاخس
اضربکم ولا اخاف لمحذر	عن الحسین خیر الخلق الاطھر

---

[1] ناسخ التواریخ ص۲۶۸ روضۃ الشہداء قلمی ورق ۱۹۰ کتبخانہ ممتاز العلماء لکھنؤ

رجز میں عموماً شجاعت و بہادری کا تذکرہ ہوتا ہے مگر حبیب نے فوج حسینی کے حقیقت اقتدار، تقویٰ، پرہیز گاری اور جوہر وفا سے آراستہ ہونے کا بھی تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ تم اپنی اکثریت پر ناز نہ کرو ہم میں صفات حمیدہ کی اکثریت ہے اور ہم موت کو شہد کی طرح میٹھا سمجھتے ہیں۔ یہ فرما کر اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار لگائی جس سے وہ بھڑک گیا اور حصین زمین پر آرہا صاحب ناسخ التواریخ کو اس مقام پر یہ اشتباہ ہوا ہے کہ زخم حصین کے خیشوم پر پڑا۔ مورخ مذکور کی یہ وہ لغزش ہے جو ناظرین پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ بعض ارباب مقاتل کی رائے ہے کہ حبیب نے اس شقی کو قتل کر دیا مگر صحیح یہ ہے کہ دوسرے ساتھیوں نے بڑھ کے حلقہ میں لے لیا۔ حبیب نے چاہا تھا کہ دوسرے وار میں اس کا کام تمام کر دیں مگر دشمن حبیب کے ہاتھ سے چھڑا کر لے گئے۔ پھر حبیب نے لشکر مخالف پر دوسرا حملہ کیا جس کو ابن اثیر مورخ نے یہ کہہ کر بیان کیا کہ۔

دوسرا حملہ | انھوں نے بہت سخت جدال و قتال کیا۔ ایک تمیمی پہلوان نے جس کا نام بدیل بن حریم تھا حبیب پر حملہ کیا۔ حبیب نے فوراً ایک ضرب شمشیر میں اس کا کام تمام کر دیا۔ سو آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد جسم پر پانچ زخم ایسے کاری لگے تھے کہ حبیب نے ان کو باندھا اور گھوڑا بھی مجروح ہو چکا تھا سرخ و سفید رنگ کے دوسرے راہوار پر سوار ہوئے۔

لہ تاریخ کامل ص ۲۹ و تاریخ طبری ص ۲۵۱ جلد ۶ ؎ اکسیر العبادات ص ۲۹ ؎ تاریخ کامل ص ۲۹ و طبری ص ۲۵۲ ج ۶ ؎ وقائع حبیب قاتلا شدیدا تاریخ کامل۔

تیسرا حملہ اس حملہ میں حبیب نے پھر یہ رجز پڑھا سہ انی ادنی یوم عظیم المنکر۔ یسفر کرحتی یبعث یوما المحشر۔ یا ویلکم اما علمتما ختہ۔ سبط الرسول الطاھر المطھر۔ یا ویلکم کفرتموا بربکم۔ حین بدلتم بیزید کالاخسر۔ یا ویلکم من النبی المصطفیٰ ایتالکم من فعل ھذا المنکر۔ اس رجز کو سن کر اخوص نامی پہلوان جو عداوت اہلبیت میں مشہور تھا صف دشمن سے نکلا اور یہ رجز پڑھا۔ الیوم معافیت لا شفی صدری من الحسین ثم اوفی نذری۔ حبیبؓ نے اس سرکش کی مبارز طلبی پر خدا سے دعا کی اور اپنے رب کو گواہ کیا یہ کہہ کہ میرے معبود تو جانتا ہے اس کافر کی عداوت کو جو تیرے ولی اور فرزند فاطمہؑ سے ہے اس کے مقابلے میں میری مدد کر اور مجھے مظفر و منصور کر۔ یہ کہکر نیزہ سے حملہ کیا اور کہا کہ علیؑ کے غلام کا وار لیتا جا۔ اس قوت سے حملہ کیا کہ سنان نیزہ پس پشت سے برآمد ہوئی۔ یہ تیسرا پہلوان تھا جس کا حبیب نے مقابلہ کیا اور فوج دشمن سے مبارز طلب کیا تو پھر کوئی پہلوان نہ نکلا۔

چوتھا حملہ اس وقت میمنہ پر حملہ کیا اور اس بہادری سے لڑے کہ داہنے طرف کی فوج بائیں طرف پناہ گزیں ہوئی اور لشکر زیر و زبر کر دیا اسی آخری حملہ میں ان کی زبان پر جو رجز تھا[۱]۔ اس سے پہلے قرآنی معیار دیکھو رب العزت فرماتا ہے اگر تم میں صبر کرنے والے سو ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر غالب رہیں۔ حبیب للکار کر کہتے ہیں سہ

۱؎ اکسیر العبادات ص۲۷ سے منہ ان اشعار کو طبری نے بھی نقل کیا ہے۔

اقسم لو کنا لکم اعداداً　　　　او شطرکم ولیتم الاکنادا

یا شر قوم حسباً و اّداً　　　　وشرھم قد علموا انداداً

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم اگر تعداد میں تمہارے برابر ہوتے یا تمہارے ½ بھی ہوتے تو تم ہمارے سامنے سے یقیناً فرار کر جاتے حسب ونسب اور اخلاق کے لحاظ سے اے بدترین خلق قوم تھکے ہوئے ہاتھوں سے زخمی شیر نے بڑھاپے میں وہ جنگ کی کہ اس حملہ کا اثر یہ بھی لکھا ہے کہ ان میں سے کثیر مخلوق[2] کو تہ تیغ کیا تین دن کی بھوک اور پیاس میں یہ قیامت خیز جہاد اس قدر تباہ کن ثابت ہوا کہ پسر سعد کو حبیب کے مقابلہ میں فرداً فرداً پہلوان بھیجنے میں عذر تھا۔ اور ایک ہزار سواروں[1] سے حبیب پر آخری حملہ کیا پیرانہ سالی میں اس شان کا جہاد کیا کہ مجال نہ تھی جو دشمن قریب آئے تلوار کے حلقے میں کام تمام نہیں ہوا نیزہ بازوں نے حبیب کو گھیرا اور بنی تمیم کے ایک نامرد نے حسینؑ کے بوڑھے مجاہد پر نیزہ کا وار کیا جس سے وہ گھوڑے سے گرے وہ اب بھی اٹھنا چاہتے تھے کہ ان کے پیچھے شکست خوردہ حریف حصین بن تمیم نے ان کے سر پر تلوار لگائی جس سے وہ بے جان ہو کر گر گئے تمیمی شخص جس کے نیزہ نے حبیب کو گرایا تھا سر کاٹنے کے لئے آگے بڑھا حصین نے کہا کہ میں قتل میں شریک ہوں تمیمی نے کہا نہیں کام میں نے کیا ہے آخر حصین نے کہا کہ مجھے اتنا کرلینے دو کہ میں ان کا سر اپنے گھوڑے کی گردن سے باندھ کر ایک دفعہ لشکر میں گردش کرلوں تاکہ لوگ دیکھ

(حاشیہ: یا رحمٰن الشیخ الکبیر)

(حاشیہ: شہادت)

---

[1] اکسیر العبادات　　[2] فقتل منھم خلقاً کثیراً

لیس کہ میں نے ان کے قتل میں شرکت کی ہے پھر تم اس سر کو لے لینا اور ابن زیاد کے پاس لے جانا۔ وہاں سے جو انعام ملے اس میں میں حصہ نہیں لوں گا تمیمی نے انکار کیا مگر لوگوں کے کہنے سے راضی ہو گیا اور حصین نے ایک مرتبہ سر کو اپنے ساتھ لے کر فوج میں گردش کی اس طرح اس نے گویا اس شکست کی خفت کو مٹایا جو اسے حبیب کے مقابلہ میں حاصل ہوئی (شہدائے کربلا حصہ اول)

امام براثر وقت آخر شہدا کی بالیں پر امام پہونچ جاتے تھے اور صاحب محرق القلوب نے لکھا ہے کہ لاش پر حبیب کی امام اس وقت پہونچے جب ایک رمق حیات باقی تھی مگر صحیح یہ ہے کہ حبیب کے قتل میں دشمنوں نے اتنی پھرتی کی امام حسینؑ کی یہ آرزو بھی پوری نہ ہوئی اور شرط وفا بھی یہی تھی کہ حبیب اپنے آقا کو آخری زحمت بھی نہ دیں مورخین کو بھی اقرار ہے کہ جب حبیب شہید ہوئے تو امام حسینؑ پر شکستگی کے آثار نمودار ہو گئے اور زبان پر کلمات حسرت و یاس جاری تھے امام نے خبر شہادت سن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ فرمایا بقیہ اصحاب اور خود اپنے چاہنے والے کو روئے اور کہا اے حبیب خدا تم پر رحمت نازل کرے تم بڑے مرد فاضل تھے رات بھر میں قرآن ختم کرتے تھے۔ اسی موقع پر زہیر بن قین نے امام کو تسکین دی ہے جیسا کہ زہیر بن قین کی سوانح عمری

لہ تاریخ طبری ص۲۵۲ جلد۶ سلہ طبری ص۲۵۳ سلہ اسرار الشہادت لہ رحمک اللّٰہ یا حبیب لقد کنت فاضلا تختم القرآن فی لیلۃ واحدۃ ۵ ثم بکی علیہ وبکی کلا انصار ۱۳ اسرار الشہادت و مجالس المومنین

میں لکھا جا چکا ہے۔ میدان حرب میں جنگ کی سختیوں کو وہی سمجھ سکتا ہے جو محاذ جنگ میں شریک ہو ممکن ہے کہ حبیب کے قتل کے موقع پر امام اور رفقا اصحاب حرم سرا کی حفاظت میں مشغول ہوں دشمن خیام فلک احتشام کے نذر آتش کر دینے کا بار بار ارادہ کرتے تھے اور اس طرف سے غافل ہو جانے میں حبیب کا سر کاٹ لیا گیا ہو۔ اس امر کی صراحت بھی نہیں کہ حبیب کی لاش اٹھانے کا امام انام کو موقع ملا۔ اگر امام حسینؑ کو ہر ناصر کی لاش پر رونے کا موقع ملتا تو بقول انیس حبیب کے بالیں پہ یہی نوحہ پڑھ سکتے تھے ۔

ہے ہے مرے عاشق مرے شیدا مرے یاورؓ
ہے ہے مرے سلمانؓ مرے مقداد و ابا ذرؓ
ہے ہے مرے رستم مرے ضیغم مرے صفور
ہے ہے مرے عمار مرے مالک اشتر

تا زیست ترے ہجر میں فریاد کرونگا
خنجر کے تلے بھی میں تجھے یاد کرونگا

یہ شعر انی لا اعلم اصحابا اوفی من اصحابی کی تفسیر ہے۔ تیرویں صدی کے محقق اور واقعہ کربلا پر عمیق نظر کرنے والے علامہ کنتوری فرماتے ہیں کہ بعد شہادت حبیب مظلوم کربلا کے چہرے پر اداسی کا سبب یہ تھا کہ وہ لڑکپن کے رفیق تھے اس وقت امام حسینؑ کو وہ حدیث یاد آئی جوان کے بارے میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے تھے اور وہ الطاف و کرم جو رسولِ خدا نے حبیب بن مظاہر سے کیا تھا وہ بھی آپ کو یاد آگئے جن کا ذکر ہم اوپر کے باب میں کر چکے ہیں۔ اور اپنے لڑکپن کی کیفیت بھی یاد آئی۔ اسی سے آپ کے چہرے پر اداسی آگئی۔ یہ بات اور کسی شہید کی شہادت میں نہ تھی۔ اوپر کے

بیان سے واضح ہوا کہ حبیب کو جس تمیمی نے نیزہ سے گرایا اور پھر سر کاٹا اس کا نام تاریخ میں موجود نہیں ہے۔

قاتل کا نام اس نیزہ کے بعد حصین بن تمیم نے بھی چونکہ سر مبارک پر تلوار لگائی تھی اس لئے محمد ابن ابو طالب نے قاتل کا نام حصین بن نمیر بتایا ہے۔ بظاہر کاتب نے تمیم کو نمیر سے مبدل کردیا ہے اور ایک قول ضعیف صاحب[1] اسرار نے رقیل، کھکر لکھا ہے کہ بدیل بن حریم قاتل تھا۔ حالانکہ واضح ہو چکا ہے کہ بدیل کو حبیب خود قتل کر چکے تھے زیارت میں، بخلاف دیگر شہدار حبیب کے قاتل کا ذکر نہیں ہے اس شقی کو حبیب کے فرزند نے قتل کیا ہے جیسا کہ عنقریب ہم ذکر کرینگے۔

بنی اسد کا دفن کرنا دفن شہدار میں بنی اسد کا تعاون مسلمہ حقیقت ہے اور حبیب بن مظاہر کو سپرد خاک کرنے کا حق بنی اسد کو زیادہ تھا۔ چنانچہ بنی اسد نے امام زین العابدینؑ کی نگرانی میں تمام شہیدوں کی آخری خدمت انجام دینے کا فخر حاصل کیا۔ حبیب بن مظاہرؓ اس طبقہ میں داخل ہیں جو گنج شہیداں میں سپرد خاک کئے گئے حبیب بن مظاہر کو مقتل شہدائیں، دیگر شہدائے بنی ہاشم اور انصار کے ساتھ دفن ہونا چاہئے تھا مگر حبیب کی قبر امام کے سرہانے[2] علیحدہ بنائی

---

[1] ماتین ص ۳۰۳ جلد ۲ ثم عطف على جثث الانصار وحفر حفيرة واحدة وواراهم فيها الا حبيب بن مظاهر حيث ابى بعض بنى عمه ذلك ودفنه ناحية من الشهداء

اکسیر العبادات ص ۳۵۰ مجلس ۱۹ [2] ودفنت بنو اسد حبيبا عند راس الحسين حيث قبره الآن اعتناء بشانه ۱۲ انصار الحسين

جاتی ہے امام زین العابدینؑ کا فعل حکمت سے خالی نہ تھا جس سے اصحاب حسینؑ میں ان کا امتیاز ثابت ہوتا ہے۔ زہیرؓ و مسلمؓ، قاسمؑ و جعفرؑ وغیرہ سب ایک جگہ پر آرام کر رہے ہیں مگر حبیب کے لئے جداگانہ مقام تجویز ہوا۔ اس کی وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ ان کے قبیلہ کے لوگ تمام شہیدوں کے ساتھ دفن کرنے پر راضی نہ ہوئے اور امام نے ان کی خواہش کو پورا کیا۔

سر مبارک کہاں دفن ہوا یہ بیان جسد بے سر کے دفن ہونے کا تھا اب رہا یہ امر کہ سر کب دفن ہوا قرارداد کے مطابق حصین بن تمیم سے اس دوسرے شخص نے حبیب کا سر لیا اور کوفہ لے گیا پھر اپنے گھوڑے کی گردن میں آویزاں کر کے ابن زیاد کے قصر دارالامارۃ کی طرف چلا۔ حبیب کا ایک نوعمر فرزند قاسم بن حبیب جو ابھی پورے طور پر بالغ بھی نہ ہوا تھا اس نے جو اپنے باپ کے سر کو دیکھا تو ایک عجیب جذبۂ بے قراری کے ساتھ اس سوار کے پیچھے ہو لیا جدھر جدھر وہ جاتا یہ بھی اسی کے ساتھ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اسے احساس پیدا ہوا۔ اس نے کہا کہ صاحبزادے تم میرے ساتھ کیوں پھر رہے ہو۔ قاسم نے بتایا کہ یہ میرے باپ کا سر ہے۔ کیا ہو سکتا ہے کہ تو مجھے دیدے کہ میں دفن کر دوں۔ اس نے کہا کہ امیر اس پر راضی نہ ہوگا مجھے اس پر انعام حاصل کرنا ہے۔ یہ سنکر وہ بچہ مایوس ہوا اور رونے لگا۔ اور اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ اس دن کی گھڑی اور پھر کئی برس کی مدت وہ بات اس بچے کے دل میں بیٹھ گئی اور جب وہ جوان ہوا تو اس فکر میں رہنے لگا کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو کسی طرح قتل کر ڈالوں یہاں تک کہ جب مصعب بن زبیر کا زمانہ ہوا اور مصعب نے باجمیرا میں جا کر عبدالملک

بن مروان سے لڑائی کے سلسلہ میں چھاؤنی اپنی قرار دی تو حبیب کا فرزند مصعب کی فوج میں ملازم ہو گیا اس نے یہاں باپ کے قاتل کو بھی دیکھا اور اس کے درپئے ہوا کہ میں موقع پا کر اسے قتل کروں یہاں تک کہ ایک روز دو پہر کے وقت وہ اپنے خیمہ میں سو رہا تھا قاسم نے جا کر اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا (شہدائے کربلا حصہ اوّل)

تاریخ خاموش ہے کہ حبیب کا سر کہاں دفن ہوا۔ صحیح تو یہی ہے کہ قاتل حبیب کے سر کو کوفہ لے گیا مگر بعض مقاتل میں بجائے کوفہ مکہ درج ہے۔ چنانچہ ملا حسن یزدی لکھتے ہیں۔ حصین ابن ابی حبیب کے سر کو جسم سے جدا کر کے گردن میں گھوڑے کی لٹکا کر مکہ لے گیا وہاں حبیب کے نابالغ بچے نے باپ کے قاتل کو ہلاک کر دیا اور سر حبیب لے کر بوسہ دیا اور سینہ سے لگایا اور بہت رویا اور غسل و کفن دے کر قبرستان میں دفن کر دیا۔ مکہ میں وہ قبرستان "راس الحبیب" "مدفن سر حبیب" سے مشہور ہے۔ طبری اور ابن اثیر ایسے بلند پایہ مورخین کی تحریر کے بعد حبیب کے بیٹے کا مکہ میں ہونا ثابت نہیں ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ حبیب کا سر کسی اور ذریعے سے مکہ پہونچ گیا ہو اور وہاں جو قبرستان راس الحبیب کے نام سے مشہور ہے وہ صحیح ہو۔ حقیقت امر یہ ہے کہ شہدا کے سروں کا دفن ثابت نہیں ہے۔ خود امام حسینؑ کے سر مبارک کے متعلق کس قدر اختلافات ہیں۔

ل۔ تاریخ طبری جلد ۶ ص۲۵۲ ل۔ انوار الشہادۃ ص۶۷

ل۔ ماتین ص۲۰۵

نجف، جنت البقیع، دمشق کا نام لیا جاتا ہے۔ مصر میں مشہد الراس آج تک موجود ہے۔ بدخشاں کے دیہات ارہنگ کے باشندوں کا دعویٰ ہے کہ سر حسینؑ یہاں دفن ہے "ارہنگ حسینؑ" عمارت وہاں موجود ہے۔ بچپن کے ساتھ کا یہ اثر ہے کہ حبیب کے سر کا دفن بھی ثابت نہیں۔

قبر حبیب حبیب کی قبر مبارک مزار سید الشہداءؑ کے سرہانے واقع ہے فاضل معاصر مؤلف ابصار العین فرماتے ہیں کہ میں نے یہ تذکرہ سنا ہے کہ بعض شیعی بادشاہوں کو شہدار کی حیات سے انکار تھا اور انھوں نے تصدیق کے لئے حبیبؓ ابن مظاہر اور حرؓ کی قبریں کھودیں تو ان کو اسی شان سے پایا جو کتابوں میں تحریر تھا اور ان قبروں پر دو صندوق بنوا کر رکھ دیئے۔ حبیب بن مظاہر کی ضمنی زیارت وہی ہے جو زیارت وارثہ کے ساتھ نزدیک اور دور سے پڑھی جاتی ہے۔

پسماندگان ہر مرنے والے کی وفات پر اوس کے عزیزو اقربار کے نام دریافت کئے جاتے ہیں تاریخ نے بتایا کہ حبیب کا یتیم سن بلوغ کو بھی نہ پہونچا تھا بیوہ ماں نے اس نونہال کی پرورش میں اپنے رنڈاپے کو بہلایا اور یقیناً وہ وقت پسماندگان کے لئے فرحت افزا ہوگا جب بہادر باپ کے بہادر بیٹے نے باپ کے قاتل کو قتل کیا شہدار کربلا میں اس بحث کو اٹھانے کے لئے بس تیار نہیں تھا کہ ان محترم ہستیوں کی بیواؤں نے کیونکر زندگی بسر کی لیکن حضرت عباس علمبردار کی مقدس سیرت میں یہ دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے کہ بخدا شیر خدا کی بہو نے دوسرا عقد کر لیا

---

[1] ابصار العین ص ۱۳۶ [2] ذکر العباس فاضل کراروی

کم مشق اہل قلم کتاب کے ورق سیاہ کرنے کے سوا خدمت کے جادے سے ہٹ جاتے ہیں اس خبر بد کا میں نے حضرت ابی الفضلؑ کی ضخیم سوانح حیات میں جائزہ لیا ہے اور بقول اون کے جب معاذ اللہ زنان بنی ہاشم ایسا کریں تو اصحاب کی بیبیاں عظمت خاندانی میں اون کی ہمسر نہیں ہیں پست ہیں اس بنا پر مجھے زور دے کر کہنے کی ضرورت ہے کہ انصار کی بیبیوں نے دوسرا عقد نہیں کیا بنی ہاشم عوام سے برتر ہیں اور اون کو امت کے دوش بدوش سمجھنا صحیح نہیں ہے عقد ثانی کی بحث کو اگر غائر نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو قبل اسلام بیوہ کے لئے عقد حرام تھا اسلام نے اس قانون کو منسوخ کیا اور جواز کے معنی یہ نہیں قرار دیئے کہ شوہر کے بعد فوراً نکاح کیا جائے عقد ثانی اختیاری فعل تھا عورت کا، جس بیوہ نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اوس کا شوہر یقیناً فردوس میں ہے وہ دوسرا نکاح کر کے اپنے اوس ابدی حق کو جو بلحاظ شفاعت شہید شوہر کو حاصل ہے تلف نہیں کر سکتی

پرند جانوروں کے جب حالات ہم دیکھتے ہیں تو علم حیوان میں تصریح ہے کہ فاختہ اپنے نر کی موت کے بعد ہمیشہ تنہا رہتی ہے۔

وہ حدیث جس میں ارشاد ہوا ہے خیرکم خیرکم لاھلہ[۳] تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے عیال کے ساتھ اچھا ثابت ہو حبیب نے شیر دل عورت کی رائے کو پسند کیا تھا اور اس کی بیوگی اور بچہ کی یتیمی پر اون کی تحریک سے تیار ہوئے جس کی تاریخ پر نظر ہے وہ جانتا ہے کہ مادی جنگ میں سپاہیوں میں یہ بہ بہت

---

[۱] مباحثہ بین النفس و العقل ص ۶۵ [۲] مجمع البحرین لغت حدیث ص ۱۲۷ [۳] موعظۃ المساکین ص ۱۱۳

دیکھی گئی ہے کہ وہ جب لڑنے گئے تو بی بی بچوں کو قتل کرکے میدان جنگ میں قدم
رکھا تاکہ قتل ہونے کے بعد عیال کا کوئی تصور روح کو نہ ہو کربلا کی روحانی
جنگ تھی وہ جہاد ارکان مذہب کو استوار کرنے کے لئے تھا حبیب نے
بی بی کی تحریک پر شریک جنگ ہو کر پسماندگان کی بیکسی کو اور زیادہ
ارتفاع درجات کا ذریعہ قرار دیا اور دنیا کو یہ سبق دیا کہ کچھ عورتیں ایسی
مذہب نواز ہیں جو شوہروں کو پیش قدمی پر مجبور کرتی ہیں میدان جہاد سے
پیٹھ پھیرنا نہ مرد کا شیوہ ہے نہ با وفا بی بی کا، دوسرا شوہر کرنا اوس کے لئے
صحیح ہے میدان نبرد کی وحشت، دشمنوں کی یلغار، سروں کی بارش، اسلحہ کی
جھنکار میں ولولہ نصرت بڑھتا ہے۔

زیارت حرم امام میں قبر حبیب پر جو تختی نصب ہے اوس پر یہ زیارت
ثبت ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ الصِّدِّیْقُ الشَّھِیْدُ الْمُطِیْعُ
لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ ولامیر المومنین والفاطمۃ والحسن والحسین علیھم
السلام الغریب المواسی اشھد انک قد جاھدت فی سبیل اللہ
دواسیت بنفسک وبذلت مجھلک ونصرت ابن بنت رسول اللہ
فعلیک من اللہ السلام التام السلام علیک یا قمر الزاھر السلام
علیک یا حبیب بن مظاھر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

نسل حسینؑ بن علیؑ کی الفت کا نتیجہ اور شہادت کے برکات تھے کہ حبیب
کی نسل اس وقت تک موجود ہے اور ان کی نسل میں کتنے ہی علما، فقہا گزرے
ہیں جن میں علامہ شیخ فخر الدین بن طریح نجفی المتوفی ۱۰۸۵ھ صاحب مجمع البحرین

بہت مشہور ہیں ۔ نجف اشرف کا یہ خاندان معزز علماء ہیں شمار کیا جاتا ہے۔
حبیبؓ بن مظاہر کی نسل کے حسب ذیل افراد کے اسماء کتب رجال میں
نظر آتے ہیں ۔ محمد علی پسر احمد پسر علی بن احمد پسر طریح پسر خفاجی پسر فیاض پسر
صعہ پسر خمیس پسر جمعہ پسر سلیمان پسر داؤد پسر جابر پسر یعقوب سلیمی عزیزی
اس زمانے میں بھی اسی خاندان کے مولانا شیخ محسن طریحی دام عزہٗ مشہور
ادیب نجف اشرف میں موجود ہیں ۔ ہندوستان کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ
اس مبارک نسل کے ایک فرد کا قیام صوبہ بمبئی میں رہا جن کا نام میرزا محمد بن
محمد رفیع شیرازی ہے آپ نے بحر الانساب چھاپہ بمبئی ۱۳۳۵ھ میں اظہار فرمایا ہے
کہ وہ حبیب بن مظاہر کی نسل سے ہیں ۔ انصار حسینؑ میں غالباً یہی وہ شہید
ہیں جن کی نسل تا حال موجود ہے اور وہ آج تک حبیبؓ کی فقاہت کے ورثہ دار
ہیں ۔ صاحبِ تاریخ العلماء مولوی ارشاد حسین صاحب جمہوری المتوفی ۱۳۳۱ھ کے
حالات میں ظاہر کرتے ہیں کہ وہ حبیب بن مظاہر کی نسل میں ہیں ۔

فوٹو وہ محترم ہستیاں جن کو ہم نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا ۔ ان کے تصاویر
سے ظاہر ہے کہ خیالی ہیں اور ایسے فوٹو بنانے کی اجازت ہی علماء کی طرف سے نہیں
ہے مگر جن چیزوں کو ان مقدس نفوس کی طرف نسبت دیدی جائے ان کی تعظیم عام
طور پر کی جاتی ہے ۔ ریاست رامپور کے خزانہ میں ایک تصویر ہے جو جناب حبیب
کی طرف منسوب ہے اور اسٹیٹ نے اس کو بڑی حفاظت سے رکھا ہے واللہ اعلم

لہ ذریعہ الی تصانیف الشیعہ چھاپہ نجف جلد (۱) ص ۳۲۵ و جلد سوم ص ۲

بحقیقۃ الحال۔ خدام میں مشہور ہے کہ حبیب بن مظاہر زائرین سید الشہدار کے نام درج دفتر کرتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ اس تحقیق کا مستمسک کیا ہے مگر یہ حقیقت

حبیب کے فرائض ہے کہ شہید راہ خدا زندہ ہیں۔ اگر جناب عباسؑ زائرین کے تعاون پر اور حبیب اس خدمت پر مامور ہوں تو کیا تعجب ہے سفرنامہ دارالسلام میں اسی مطلب کی طرف ایک خفی اشارہ ہے سے

کرتی ہے ظاہر حبیب بن مظاہر کی ضریح

کام پر سرگرم ہے خدمت گزار کربلا

حبیب بن مظاہر خواب میں پیغمبر خدا کی ایک حدیث کا تتمہ یہ ہے کہ میرے دوستوں کی صورت[1] میں شیطان متمثل نہیں ہو سکتا لہذا شیعیان کامل کو جو خواب میں دیکھے وہ خواب صحیح ہے مشہور ہے کہ کسی شخص نے حبیب بن مظاہر کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے دل میں اب بھی کوئی آرزو ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ "ہاں اب یہ تمنا ہے کہ میں زندہ ہوتا تو شریک غم ہو کر حسینؑ پر آنسو بہاتا" جس کو جس جذبہ میں موت آتی ہے اس کا وہ خیال آخر تک باقی رہنا چاہیے اور محبت کی اعلیٰ حد یہ ہے کہ شہید ہو جانے کے بعد بھی اس کا مظاہرہ ہو۔

کرامات حبیبؑ خلاف عادت باتوں کا انبیار سے ظہور میں آنا معجزہ کہلاتا ہے اور اگر شہدار و اولیار سے ایسی تعجب انگیز باتیں سرزد ہوں تو اس کو کرامت کہتے ہیں اور یہ امر ذوق سلیم میں کسی طرح خلاف عقل نہیں ہے اور ہمارا مشاہدہ ہے

---

[1] لا یتمثل فی سورۃ احد من شیعتی ۱۲ مجمع البحرین

جو ہر زمانہ ہر دور میں پیہم واضح ہوتا رہتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سرکش انسان راہ حق میں خون بہانے والوں کو بالکل بھول جائیں جنھوں نے اپنی زندگی کو کسی استبداد کے ختم کرنے کے لئے فنا کر دیا وہ آخرت میں تو جو کچھ صلہ پائیں گے وہ پائینگے دنیا میں بھی قربانی کا پھل ہونا چاہئیں۔ جبیب بن مظاہر کی ذات والا صفات سے جو خصوصیات حاصل ہیں اوس کو دیکھتے ہوئے وہ یا اون کا مزار اگر خوارق عادات کا مظہر ہو تو تعجب نہیں (۱) لاش کا قبر مبارک کھدنے پر اصلی[1] حالت پر ہونا پہلا ثبوت ہے اون کی زندگی کا اور یہ خارق عادات ہے کہ آٹھیں اول کے عہد ۱۲۰۹ھ تک اون کا جسم اصلی حالت پر رہے زمین لوہے کو گلا دیتی ہے۔ جو ذی روح زندہ دفن ہو اس کو موت آجاتی ہے مگر شہید کے جسم پر مٹی نے کوئی مضر اثر نہیں ڈالا (۲)، کچھ بیکر خیر ایسے بھی گزرے جنھوں نے جبیب بن مظاہر کی خواب میں زیارت کی ایک خواب قبل ازیں گزرا میرے معزز ہمعصر مولانا سیّد نقر حسن صاحب قبلہ مرحوم بھکپوری نے ممدوح کو خواب میں دیکھا اور خد و خال کو یاد رکھا شرف خطاب حاصل کیا چنانچہ تاریخ العلماء میں ہے۔ آپ نے ایک شب خواب میں جبیب بن مظاہر کو دیکھا قد میانہ رنگ گندم گون چہرہ مبارک چھوٹا صورت دیکھ کر عرض کیا آپ تو شہید راہ خدا ہیں اور شہید کا شمار زندوں میں ہے فرمایا بیشک جو مجھ پر سلام بھیجتا ہے میں بھی اس پر سلام بھیجتا ہوں[2] نماز صبح کے قبل کا

---

[1] سعادات ناصریہ ص۹ آقائے دربندی علیہ الرحمۃ

[2] تاریخ العلماء ص۲۳۵ از ندبۃ العزاء

یہ خواب ہے (۳)، یادش بخیر اس کتاب کا پہلا اڈیشن لکھنؤ میں روزانہ قومی آواز کے مؤقر کاتب محمد رضا عابدی عرف بڈھن صاحب مرحوم کے ہاتھ سے تیار ہوا اور موصوف نے مجھ سے کہا کہ جوشِ ایمانی میں کاپی لکھتے وقت وہ اشکبار ہوئے اور ضبط گریہ نہ کر سکے اون کی اس قدر افزائی کا مجھے تصور تھا اور وہ بوڑھے ہو کر مرحوم بھی ہو گئے ۹ نومبر ۱۹۸۲ء کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک سربلند مگر شکستہ اور مرمت طلب عمارت میں ہوں جو کربلا کی طرح ہے اور منتظم ایک رئیس شہر ہیں جو کرسی پر بیٹھے ہوئے کہہ رہے ہیں میں آج کسی کی امداد نہ کروں گا حدیثیں جمع کر رہا ہوں۔

موصوف کے اس اعلان کے باوجود دفعتہً بڈھن صاحب موصوف نمودار ہوئے اور کرسی نشین بزرگ نے بھرپور توجہ سے انعام دینا چاہا انھوں نے انکار کیا آخر میں کچھ آہستہ سے کہا جسے سنکر وہ بخشش لینے پر تیار ہو گئے اور صحن عمارت کے ایک گوشے سے نوجوان سامنے آیا اوس نے مجھے (بحیثیت مصنف) خبر دی کہ گورکھپور میں حبیب بن مظاہر کی اولاد موجود ہے۔

یہ خواب طولانی تھا جو اسی قدر یاد رہ گیا اور اپنے خود نوشتہ "حالات سفینۂ حیات" ج سوئم میں صبح کو نقل کر لیا اس کی تعبیر اس کے سوا کیا ہوگی کہ کرسی نشین بزرگ خود حبیب بن مظاہر ہیں جو فرحت و انبساط سے کاتب کو اون کی گریہ اور کتابت پر اجرت دے رہے ہیں اور وہ نوجوان اون کا فرزند ہے جس نے نسل باقی رہنے کی اطلاع دی ہند و پاک بلکہ اقطاع عالم میں جب سادات ہر جگہ ہیں تو اصحاب رسولؐ کی اولاد کہیں کہیں ہو سکتی ہے۔

مرقومہ بالا خواب کی صحت پر تائیدی آوازیں | تاریخ عالم پر عمیق نگاہ رکھنے

والے جانتے ہیں کہ اہل قلم کی عرق ریزی اور جد و جہد کا اثر مرکز روحانیات تک پہنچا ہے اور علماء اسلام میں بہتی مقتدر ہستیاں کتابوں کی تدوین اور اشاعت پر ان کی پیشکش سے روحانی بالیدگی میں جو کچھ مشاہدہ کرتے ہیں اوس کو خواب و خیال سے بلند سمجھ کر بغرض ضبط تحریر میں لاتے ہیں

(الف) شیخ عبد الرحمن ثعالبی المتوفی ۸۷۳ھ نے اپنی تفسیر الجواہر الحسان مکمل ہونے پر جو خواب دیکھے اور اون کے حلقۂ عقیدت کو جو بشارتیں عالم رویا میں ہوئیں اون سب کو ایک تالیف قرار دے کر کتاب الرویا والمنام نام رکھا اور تفسیر کے ساتھ جزائر ۱۹۰۵ء میں طبع ہوئی۔

(ب) وطن مالوف لکھنؤ کے مشہور ادیب نواب حامد علی خاں بیرسٹر مرحوم رکن مجلس عبقات الانوار کو اس عظیم الشان کتاب کی چھپائی پر بشارت ہوئی جس کا سرورق پر ذکر ہے از نزد بعض معصومین مبشر و مامور شدہ۔[1]

(ج) مصر کے مفکر احمد بنا ساعاتی نے صحیح سنن ابو داؤد پر جو عربی مقدمہ لکھا اوس میں بیان ہے رویناعن الحسن بن محمد ابراھیم الوادری قال رأیت النبیؐ فی المنام فقال من اراد ان تمسک بالسنن فلیقرء کتاب ابی داؤد۔[2] ہم سے محسن بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ میں نے نبی خدا کو خواب میں دیکھا اور فرمایا جو میری سنت سے وابستگی کا ارادہ رکھتا ہو وہ سنن ابو داؤد پڑھے۔

---

[1] عبقات الانوار حدیث ثقلین ج ۱ ص ۶۶۳ طبع مطبع الانوار ۱۳۱۶ھ لکھنؤ

(۴) بہرحال خواب پھر بھی بستر استراحت کی روئیداد ہوتی ہے اب بیداری کے عالم میں شہدار کربلا کی زیارت اور لطف وکرم ایک عزادار پر ملاحظہ کیجئے یہ بھی میرے روزنامچہ کی نقل اور اخبار شہید لاہور کے ۰۷ جون ۱۹۷۰ء میں شائع شدہ مقالہ سے ماخوذ ہے حدثنی محمد صابر حسین عن ابیہ مومنی مظہر حسین عن آبائہ انہ قال عہد غازی الدین حیدر بہادر مرحوم میں قادر علی خاں چکلہ دار تغلب و تصرف کے جرم میں سزا پاکر قید ہوگئے اسیری کی زحمتیں اوٹھاتے اوٹھاتے ایام عزا قریب آئے اور درد بھرے دل کی آہیں اس سلام کی صورت میں نمایاں ہوئیں ؎

آگ خیموں میں جو ستمگر لگانے آئے ۔۔۔ بجری وہ دل زہرا کو جلانے آئے

پورا سلام افسوس ہے کہ ناقل کو یاد نہ رہا چہرہ سے ناقل کے آثار صلاح و سداد نمایاں اور ان کے والد مقدس شخص بدایوں کے رہنے والے تھے مقطع سلام مذکور کا یہ تھا جو تیر کی طرح باب اجابت تک پہونچا ؎

آخری عرض ہے قادر علیخاں کی شاہ امم ۔۔۔ قید سے آپ نہ کیوں مجھکو چھڑانے آئے

دردرسیدہ دل کی صدا عرش سے ٹکرائی سلام مقبول ہوا ایک سوار نمودار ہوا نیزہ سے درزنداں واکیا بیڑیاں اون کی اشارہ پر پیروں سے جدا ہوئیں اپنے گھوڑے پر بٹھا کر گھر پہونچادیا۔

ان کا معمول تھا کہ ۹ ذی الحجہ کو دروازہ پر سبیل رکھتے تھے اپنی بے مائیگی اور چاندرات کے تصور میں قید سے چھوٹنے کی خوشی نہ تھی عیال نے گھر کا سامان بیچ بیچ کر اس عرصہ میں بسر کی اور سبیل کے لئے زن و شوہر میں طے پایا کہ ایک پاجامہ

زربفت کا جوڑہ گیا ہے وہ امام کی راہ میں فروخت ہو جو مبلغ ۳۵ روپیہ کو بکا اپنی ضرورتیں پوری کیں اور اس قلیل رقم میں گڑ کا شربت بنایا اوس وقت کے نفاست پسند لوگ بھلا یہ شربت کہاں پیتے آنے والوں میں کسی نے یہ شربت نہ پیا قادر علی خاں کے صدمے کی کوئی انتہا نہ تھی بار بار شرمندگی میں زبان پر آیا مولانے قبول نہ کیا۔ رات ہوئی وقت گذرا تاریکی شب میں کسی نے پکارا ان کو یقین ہوا کہ گرفتاری کے لئے برق انداز اور سرکاری پیادے آ گئے قریب در گئے آنے والوں نے پوچھا شربت ہے خجالت سے سر جھکا کر کہا گڑ کا شربت ہے فرمایا لے آؤ بعد مسرت شربت پیش کیا دیکھا تو آنے والوں میں کوئی لکھنؤ کا رہنے والا نہیں سب عرب ہیں جو دلچسپی سے شربت پی رہے ہیں دل کی مراد پوری ہوئی اور بڑے ادب سے پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایا حبیب بن مظاہر اور یہ تمام شہداء کربلا ہیں۔

یہ خبر شہر میں بجلی کی طرح دوڑ گئی خلائق کا ہجوم ہوا شاہ مع خدم و حشم آئے اور جن آبخوروں میں ارواح طیبہ نے شربت پیا تھا اون کو کامل ادب کے ساتھ خزانہ میں داخل کیا اور چہلم تک شربت کے ہر برتن میں پانی ڈال کر عوام و خواص مستفید ہوئے۔

یہ تھی وہ امانت جو حبیب بن مظاہر طبع دوئم کے بعد میرے پاس پہونچی اور طبع سوئم کے ذریعہ قوم کے سپرد کرتا ہوں غازی الدین حیدر کی وفات ۱۲۴۳ھ میں ہوئی اور خزانہ اودھ پر انگریزوں کا قبضہ نہیں ہوا کانگریسی راج اور مشرکین کے دور میں برسہا برس زمین میں خزانہ کی تلاش رہی مفتاح الدولہ اور مخزن الدولہ

اس خزانہ کو ولی عصر حضرت حجت کی ملکیت سمجھتے تھے اور توپ دم کئے جانے کی دھمکی میں بھی پتہ نہ دیا۔

خلاصہ یہ کہ قادر علی خاں اتنی بڑی عزت کے بعد جس کی مثال تیرہ سو برس میں نہیں ملتی اس شرف پر اکتفا کر کے گھر میں بیٹھ تھوڑی سکتے تھے مولا کے در پہ گئے اور عتبات کی زیارت کا فخر حاصل ہونے کے ساتھ شیعہ حکومت کا روپیہ جو اون کے ذمہ واجب الادا تھا اوس سے سبکدوش ہونے کی شکل دماغ میں آئی اس قسم کے کل اموال کا ذمہ دار مجتہد جامع الشرائط ہے صاحب جواہر سے حاضر خدمت ہو کر حل دریافت کیا وہ غالباً انہیں کی رجوع پر رحمتہ العلماء اعلیٰ اللہ مقامہ کو لکھنؤ میں لکھتے ہیں وقد اخذنا جناب محمد قادر علی خاں المذکور سند او حجۃ بالمبلغ المتقدم من الدراہم التی صالحناہ علیہا وھی الان لدینا وفیہا رسم جملۃ من الشہود (اقتباس از خط مورخہ ۶ ربیع الاول ۱۲۶۰ھ از احیاء الاثار ص۹۷) ہم نے قادر علی خاں سے گذرے ہوئے واقعات کی سند اور ایک رقم مصالحت کے بعد حاصل کر لی جس میں گواہوں کی دستخطیں ہیں۔ اس طویل خط کے مرقومہ بالا الفاظ کا احیاء الاثار کی تدوین کے وقت مفہوم سمجھ سے باہر تھا۔ مذکورالصدر واقعہ ذہن نشین کرنے پر معانی واضح ہو گئے کاش وہ مقبول سلام پورا دستیاب ہوتا اللہ قادر علی خاں پر مزید معلومات ہاتھ آئیں۔

رفع اشتباہ دنیا بہت ترقی کر چکی ہے اور آج کل کے ایٹمی دور مشینی زمانہ میں یہ عقل میں آنے والی بات نہیں ہے کہ شہداء کربلا زندہ انسانوں کی طرح کسی تعزیہ دار کے گھر بہ آجائیں اور اکل و شرب کی عزت دیں جواباً گذارش ہے

کہ جو آسمان کے وجود کا قائل اور خدا کی خدائی میں اولیاء اللہ کی وسعت اختیار کو دل کی آنکھوں سے دیکھا کرتا ہے وہ چہرے کی آنکھوں سے بھی دیکھ سکتا ہے اور جو سرگزشت پیش کی ہے وہ انوکھا واقعہ نہیں ہے اس موضوع پر مسلم اکثریت کے بہت بڑے عالم جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین ابی بکرالسیوطی (وفات ۹۱۱ھ) نے ایک مستقل کتاب تنویرالملک فی رویۃ النبی والملک سپرد قلم کی ہے جس میں تمام اولیاء وصحابہ وعلماء کا ذکر ہے جو فرشتوں سے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حالت بیداری میں ملاقات کیا کرتے تھے سیوطی سے پیغمبر خداؐ نے بیداری کے حال میں شیخ الحدیث کہہ کر بات کی اور حضور اکرمؐ سے اون کی دوبدو ملاقات کی تعداد ستر دفعہ شمار کی گئی ہے (البلاغ المبین صفحہ ۹ بحوالہ لواقح الانوار شعرانی ضمیمہ کتاب طبع ۱۹۵۵ء کراچی) اگر پیغمبر خدا ستر مرتبہ ایک عالم کو اپنا جمال دکھا سکتے ہیں تو انصار حسین اولیاء اللہ ہیں وہ کیا صرف ایک دفعہ اپنے عزاداروں تک آئیں۔ فائدہ کتاب مذکورہ کا نام خالص عربی اور غیر مانوس ہے اس لئے اردو میں ترجمہ یہ ہوا "اندھیرے میں اجالا"

قاتلانِ حسینؑ علماءِ اسلام کی نظر میں

امام احمد بن حنبل کا حکم ہمارے علماء نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے مشہور متکلم مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ لکھتے ہیں اکثر اکابر ایشان کہ جامع علوم ظاہری و باطنی بودند تصریح بکفر و لعن یزید کردہ اند مثل امام احمد بن حنبل وابن جوزی وعلامہ تفتازانی و ملک العلماء شہاب الدین بن عمر

دولت آبادی (عبقات الانوار ص۳۳ حدیث غدیر طبع قدیم)

عاصمی نے بھی زین الفتیٰ میں کفر یزید پر اپنے تاثرات نقل کئے ہیں۔

قاضی عضد اللہ لاثی کا فرمان مرقومہ بالا حقائق ہی کی روشنی میں قاضی صاحب کے چار مصرعہ پیش کرنے کے لائق ہیں جس کو ناقل نے رباعی مشہور سے یاد کیا ہے اس وقت کی شہرت ہمارے لئے کچھ کم مفید نہیں ؎

اللعن علی یزید فی الشرع یجوز — والاعن یجوی حسنات ویفوز

قد صح لسدی انہ معتقل — واللعن مضاعف وھذا مجموز

خانی چغتائی یزید پر لعنت کا چھپنا چاہتے تھے کسی تنگ خیال نے کہا یہ حرکت مناسب نہیں کیونکہ ممکن ہے خدا نے اوسے اپنی رحمت سے بخش دیا ہو جواب میں کہا ؎

ایکہ گفتی بر یزید دال او لعنت مکن — زانکہ شائد حقتعالی کردہ باشد رحمتش

انچہ با آل نبیؐ او کردہ گر بخشد خدائے — ہم بخشاید مرا گر کردہ باشم لعنتش

اگر خدا اپنی رحمت سے اوس شخص کو بخش سکتا ہے جس نے آل نبیؐ کو قتل کیا تو کیا وہ مجھے نہیں بخش سکتا اگر میں یزید پر لعنت بھیجوں۔

علماء اہلحدیث کی رائے اس سلسلہ میں ایک علمی اخبار کے باب الفتاوی سے یہ سوال و جواب بھی قابل تحریر ہے جس میں فوج شام کو لامذہب قرار دیا ہے

س۲ امام حسینؑ کے قاتل کون تھے شیعہ یا سنی ج امام حسینؑ کے قاتل نہ شیعہ تھے نہ سنی۔ دنیا دار حکومت کے یار تھے جیسے گزشتہ جنگ میں بغداد اور قسطنطنیہ کی فتح

؎ روزنامہ جنگ کراچی ص۳ کالم ۳ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۶۵ء

میں شریک ہونے والے۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۳۶ء)

عقائد شیعہ حصہ اول کے مصنف الحاج ابو شوکت محمد رشید بن حافظ رحیم بخش کھرچوی ثم سندھی سابق جنرل سکریٹری انجمن تبلیغ الاسلام نے اپنی کتاب میں نام لے کر شیعیت کا جو مضحکہ اڑایا ہے اور جو الزام عائد کیا ہے وہ اس سے پہلے کبھی سننے میں نہ آیا تھا وہ کہتے ہیں۔

یہ فرقہ حضرت امام حسینؑ کو دھوکہ سے بلانے والوں اور قاتلوں کی کتنی قدر۔ ومنزلت اور عزت ان کے دلوں میں ہے"۔ ص۵۲ سطر ۱۲

اس الزام کے ثبوت میں کوئی حوالہ نہیں دیا شیعہ فرقہ کی کسی کتاب کا نام نہیں لیا کوئی عبارت ثبوت میں پیش نہیں کی اس لئے شیعہ مسلک کی وضاحت عنقریب کرنا ہے۔

قاتلان حسینؑ سے اظہار بیزاری نئی بات نہیں اس بحث میں یہ سوال بھی اہم حیثیت رکھتا ہے کہ قاتلان حسینؑ کب سے سزاوار لعنت ہوئے امت مرحومہ اول کو اپنے نبی کا نواسہ سمجھتے ہوئے دشمنوں سے بیزار ہیں یا ہمدردی کی کڑیاں ہم سے بہت اونچی ہیں؟ شیخ محمد عبد اللہ شبلی حنفی اپنے اسناد سے لکھتے ہیں۔ حدثنی محمد بن عباد بن موسیٰ حدثنا هشام ابن محمد حدثنی ابن حمزۃ م الکلبی عن ام سلمۃ لما قتل الحسین سمعت منادیا ینادی فی الحال ایها القاتلون جهلاً حسیناً ابشروا بالعذاب والتنکیل کل اهل السماء یبکی علیهم من نبی وملک وقتیل

قد لعنتم علی لسان بن داؤد و موسی و حامل الانجیل (ترجمہ بحذف اسناد)

ابن جزوم کلبی کا بیان ہے کہ ایک عورت کہتی ہے جب (امام) حسینؑ قتل ہوئے تو

میں نے سنا کہ ایک پکارنے والے نے آسمان و زمین کے مابین پکارا۔

اے جہالت سے حسینؑ کو قتل کرنے والو تم کو عذاب اور ذلت و

خواری کی بشارت ہو آسمان کے تمام رہنے والے خواہ وہ نبی

ہوں یا فرشتہ یا شہیدوں کی روحیں اون پر سب رو رہے۔ تم پر

لعنت پڑھ چکی ہے بزبان حضرت سلیمانؑ بن داوُدؑ اور موسیٰؑ اور

جس پر انجیل نازل ہوئی اوس کی طرف سے دیکھو۔

(۱) اکام المرجان فی احکام الجان

(۲) صواعق محرقہ ابن حجر

(۳) تاریخ الکامل ابن اثیر جذری طبع مصر ص۳۷

(۴) ارجح المطالب ص۴۴۳

اول الذکر مولف نے اس آواز کو صدائے جن قرار دیا ہے اور ابن حجر نے

سلسلہ روایت میں بجائے "عورت" کے ام المومنین حضرت ام سلمہ کا نام لیا ہے

جس کے بعد مقصد کا وزن بڑھ جاتا ہے اور اظہار بیزاری میں اولوالعزم انبیا

کے نام ہیں دو حال سے خالی نہیں یا اپنے دور میں خبر شہادت پاکر لعنت کی

یا بعد شہادت حسین عالم ارواح میں یزید کے ملعون ہونے کا دم بھرا یہ بھی ملحوظ

خاطر رہے کہ سلیمانؑ اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ وہ محترم انبیاء معصومین ہیں جن کو سلسلہ

اجداد امام سے تعلق نہیں ہے وہ یزید و پیروان یزید پر مظلوم کربلا سے قرابت

کے لحاظ سے لعنت نہیں کرتے فرض انسانیت ادا کرتے ہیں اور شہادت عظمیٰ کی یہ اہمیت ہے کہ وقوع واقعہ سے پہلے انبیاء الم بداماں ہیں

قاتلان حسین شفاعت سے محروم ہیں اللہ اور اس کے ملائکہ ورسولؐ کی زبان سے لعنت وہ وقتی جذبہ نہیں ہے جس کے بعد عفو تقصیر کی گنجائش اور شفاعت کا محل باقی ہو اس کو بھی منتقم حقیقی نے باعلان ظاہر کیا ہے کمال الدین دمیری یزید کے وہ مظالم جو انسانیت کو لرزہ براندام کر دیتے ہیں دوہراتے ہوئے لکھتا ہے کہ شمر کے ساتھ فوج کوفہ و شام کی راہ طے کرتی ہوئی ایک دیر کے قریب پہونچی جو راہ میں واقع تھا اور ٹھہر گئے دیوار شق ہوئی اور ایک ہاتھ برآمد ہوا جس کی ہتھیلی پر لکھا ہوا تھا اترجوا امۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ یوم الحساب کیا وہ امت جو حسینؑ کو قتل کرے بروز حساب اون کے جد سے امیدوار شفاعت ہے ملاحظہ ہو۔

(۱) حیات الحیوان دمیری کبریٰ جلد اول ص۵۱ طبع مصر

(۲) نور العین فی مناقب الحسین قاضی صبغۃ اللہ بن محمد غوث ص۲۸۹ محظوطات مکتبہ آصفیہ دکن

(۳) تحریر الشہادتین ترجمہ فارسی سر الشہادتین مولوی سلامت اللہ ص۱۲۰ طبع محمدی پریس ۱۲۵۷ھ

(۴) منتہی الموعظہ مولوی غلام محمد غوث ص۱۹۲ طبع نولکشور ۱۹۱۳ء

(۵) غالیہ المواعظ نعمان افندی آلوسی زادہ طبع ۱۹۱۱ء مصر ص۹۱

(۶) ارجح المطالب فی عد مناقب اسد اللہ الغالب ص۴۴۳

(۷) اجہات الائمہ شمس العلماء نذیر احمد

یہ شعر اور غیبی انتباہ قریب قریب متواتر ہے اور کسی قدر تغیرات کے ساتھ
سب ہی نے لکھا ہے قاضی صبغۃ اللہ کہتے ہیں کہ کتبہ دیار رنیدیہ میں نظر آیا عبید اللہ
امرتسری نے حلیۃ الاولیاء کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ شامی وکوفی فوج جب شہیدوں
کے سر لئے ہوئے کربلا سے آگے بڑھ رہی تھی تو منزل اوّل پر ٹھہر کر نبیذ نوشی میں مشغول
ہوئی لوہے کا قلم دیوار توڑ کر نکلا اور اوس نے خون سے یہ شعر دیوار پر لکھا۔
یہ تمام حوالے غیر شیعہ مؤلفین کے ہیں اور طرق امامیہ سے جو روایت ہے
سلسلہ سند بحار الانوار میں موجود ہے اور چند شیوخ پر ختم ہوتی ہے وہ کہتے
ہیں کہ جب لشکر اسلام نے روم فتح کیا اور دیر نصاریٰ میں داخل ہوئے تو دیوار
پر دو شعر لکھے ہوئے دیکھے پہلا وہی شعر تھا جو نقل ہوا دوسرا شعر

فلا واللہ لیس لھم شفیع　　　　وھم یوم القیامۃ والعذاب

قسم بخدا کوئی اون کی شفاعت کرنے والا نہیں وہ تو اس ظلم کے بدلے پڑے ہی
عذاب میں مبتلا ہوں گے اہل اسلام نے عیسائیوں سے پوچھا کہ یہ کتبہ کب سے لکھا
ہوا ہے تو جواب ملا کہ بعثتِ نبوی سے ۳۰۰ برس پہلے سے۔
مجلسی علیہ الرحمہ کے اس افادہ کی تائید آلوسی زادہ کی تحریر سے ہوتی ہے
اوس کے لفظوں کا ترجمہ یہ ہے کہ شعر تین سو برس پہلے بعثت سے بخط یونانی لکھے ہوئے
نظر آئے یہ شہادت حسینؑ سے پہلے کا انتباہ ہے قدرت کی طرف سے اور اس سے بہتر اتمام
حجت نہیں ہو سکتا کیا کہنا اوس مبدء فیاض کا جس نے بیماری کے پہلے دوا پیدا کی اور
گمراہی سے پہلے ہادی بھیجا۔

قاتلانِ حسینؑ کی دوزخ میں جگہ یوں تو ہر بدکار محروم شفاعت ابدالآباد تک نذر آتش رہے گا لیکن قاتلانِ حسینؑ کا جہنم میں خصوصی مقام ہے اور نارِ جحیم کے تعارف میں بھی ہم کو کچھ کہنا ہے مرزا دبیر مرحوم نے اپنے ایک مرثیہ میں اس دنیا کی آبادی کے بعد آگ کی پیداوار پر بحث کی ہے اور پہلی آگ کا دار دنیا میں آنا اور ملائکہ کا اوس کو دریاؤں میں غوطہ دے کر حرارت کو کم کرنا نظم کیا ہے جس کو ہم افسانہ سمجھتے تھے مگر صفحات تفسیر[1] میں اس منظومہ کے ماحصل کا پتہ چلا اور معلوم ہوا کہ یہ حقیقت ہے دنیاوی آگ ۱/۷۰ کی حیثیت رکھتی ہے آتش جہنم کے سامنے۔ اور وہ ستر مرتبہ پانی میں بجھا کر دنیا میں بھیجی گئی ہے۔ جہنم کے مستحق عموماً ملائکہ عذاب کے ذریعہ جہنم میں گرائے جاتے ہیں مگر نارِ دوزخ میدان حشر تک آگے بڑھکر قاتلانِ حسینؑ کو اپنی طرف کھینچ لے گی اور جب حضرت معصومہ عالم سلام اللہ علیہا پیراہن مظلوم کربلا لئے ہوئے خدا سے ظلموں کی شکایت کر رہے[2] ہوں گے اوس وقت جہنم سے "عنق نار" بلند ہو گی اور وہ قاتلانِ حسینؑ کو ان کے بازگشت تک پہنچا دیگی اس کے علاوہ کئی روایتیں جو حضرت امام رضاؑ پر ختم ہوتی ہیں ان میں پیغمبر خدا صلعم کا ارشاد ہے کہ قاتلِ حسینؑ صندوق آتشیں میں رہے گا اور اوس پر نصف گناہگاران اہلِ دنیا کا عذاب ہو گا آگ کی زنجیروں سے اوس کے ہاتھ پیر بندھے ہوں گے اور وہ منہ کے بل قعر دوزخ میں اس طرح ہو گا کہ اوس کی بوئے بد

---

[1] تفسیر لوامع التنزیل وسواطع التاویل جلد اول ص۱۳۵ مولانا سید ابو القاسم قمی لاہوری طبع لاہور ۱۲۹۹ھ [2] امالی شیخ مفید طبع نجف اشرف ص۶۰

ے اہلِ جہنم خدا سے پناہ مانگیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دردناک عذاب میں
اون لوگوں کے ساتھ ہو گا جو قتل میں شریک تھے جب اون کا پوست جسم کٹ کر
گرے گا تو خدا دوسری جلد پیدا کرے گا تاکہ عذاب الٰہی کا سلسلہ باقی رہے اور ایک
ساعت کے لئے بھی سکون نہ ملے اور جہنم کا کھولتا ہوا پانی اوس کو پینے کے لئے ملتا
رہے گا فَوَیلٌ لھم من عذاب اللہ النار

قرآن حکیم کی نظر میں قاتلانِ حسینؑ

یہ باب بھی انشاء اللہ اس سیرت کے مختصات سے ہو گا کہ خود شہدار کربلا
اور اسرار اہلبیت نے یزیدیت کے بے پناہ مظالم دیکھ کر جو آیتیں برمحل تلاوت کیں
اوس کی ند میں یقیناً یہ طبقہ آتا ہے ان حضرات سے بہتر اوس زمانہ میں کون تھا
جو قرآن فہمی میں زبان کھولتا کسی مقام پر خود امام کا ارشاد ہے کسی جگہ صحابی امام
کی گہرافشانی اور امام کی رضا ہے کہیں امام نادیوں کی گفتگو ہے جن کے گھر میں
قرآن اترا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں کو بھی سلسلہ وار ملاحظہ کیجئے۔

(۱) ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ
ولھم عذاب عظیم سورہ نمبر ۲ - آیت نمبر ۶ - اون کے دلوں پر
اور ان کے کانوں پر (نظر کرکے) خدا نے تصدیق کر دی ہے (کہ یہ ایمان
نہ لائیں گے) اور اون کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور انہیں کے لئے بہت بڑا

سلہ ناسخ التواریخ ص۹۳ طبع بمبئی جلد ششم

عذاب ہے فاطمہ بنت الحسین نے جن کے نام کے بعد مقاتل صغرٰے کی لفظ استعمال
کرتے ہیں اور عوام اس کے معنی یہ سمجھے ہیں کہ کبریٰ و صغریٰ دو لڑکیاں موجود ہیں لیکن
ظاہر عبارت بتاتی ہے کہ فصاحت و بلاغت دیکھ کر راوی "صرف کمسنی" کا اظہار کر رہا
ہے اور اوس کی مراد یہ ہے کہ جس کا خطبہ ہے وہ ابھی لڑکی ہے۔ اہل کوفہ سے
خطاب ہے قست قلوبکم و غلظت اکبادکم و طبع علی افئدتکم و ختم
علی سمعکم و بصرکم و سوّل لکم الشیطن و املا لکم و جعل علی بصرکم
غشاوۃ فانتم لا تھتدون تمہارے دل بڑے سخت ہوگئے ہیں اور تم بڑے
پُر جگر ہوا اور تمہارے قلوب پر مہریں لگی ہوئی ہیں اور سامعہ اور تمہارا باصرہ
حق کی پہچان میں ناکارہ ہو چکا ہے شیطان فریب دینے میں تمہیں کامیاب ہو چکا
ہے اور تمہارے فہم و ادراک پہ پردے پڑے ہوئے ہیں تم ہدایت نہیں پا سکتے
صدر سورہ بقر نے منافق کی جو تصویر کشی کی تھی اوس کو امام زادی دشمنوں پہ
منطبق کر رہی ہے۔ کس کی مجال ہے جو اس تحقیق کو مطابق واقع نہ سمجھے اور ان افراد
کے علوم قرآن سے انکار کرے۔ ناسخ التواریخ ص۳۲۲

(۲) ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما
نملی لھم لیزدادوا اثماً ولھم عذاب مھین ما کان اللہ لیذر المومنین
علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب اور جن لوگوں نے کفر
اختیار کیا ہے وہ ہرگز یہ نہ خیال کریں کہ ہم نے جو ان کو مہلت و فارغ البالی
دے رکھی ہے وہ ان کے حق میں بہتر ہے (حالانکہ) ہم نے مہلت اور فارغ البالی
صرف اس وجہ سے دی ہے تاکہ وہ خوب گناہ کرلیں اور آخر تو: ان کے لئے رسوا

کرنے والا عذاب ہے (منافقو)! خدا ایسا نہیں ہے کہ برے بھلے کی تمیز کے بغیر جس حالت پر تم ہو اسی حالت پر مومنوں کو بھی چھوڑ دے سورہ نمبر ۳ - آیت نمبر ۱۷۹

شب عاشورا امام حسینؑ نے ان آیتوں کی تلاوت کی عمر بن سعد کی فوج میں ابو حرب عبداللہ بن شہر سبیعی نے جو ایک مسخرا شخص تھا خدا کی قسم کھا کر کہا پاک لوگ جن کا تم سے امتیاز ہو گیا ہے ہم ہی ہیں - بریر نے جواب دیا اے فاسق بھلا تو وہ ہو گا جسے خدا پاک لوگوں میں محسوب کرے - خدا کی قسم پاک لوگ ہم ہیں اور خبیث و ناپاک تم ہو۔[1]

یہ باتیں امام حسینؑ کی موجودگی میں ہوئیں امامت و عصمت کی رضا ایک طرف دوسرے زیارتوں میں ان حضرات کی عبارت اور پاکیزگی کے بار بار اعتراف اور مختلف لفظوں میں اظہار سے معلوم ہوا کہ شہداء کربلا پاکیزہ اور ان کے دشمن خبیث تھے اثبات طہارت میں (الف) لقد طیب اللہ بلک التراب آپ کی جہت سے زمین پاک ہوئی (ب) دوسرے مقام پر طبتم فادخلوھا خالدین کی تفسیر ہے طبتم وطابت الارض التی فیھا دفنتم (ج) زیارت حضرت علی اکبر میں السید الطاھر اور جعلک من اھلبیت الذین اذھب اللہ عنھم الرجس اطھرھم تطھیرا[2] آپ کو قرار دیا ہے ان لوگوں میں سے جن کو دور رکھا ہے ہر قسم کی گندگی سے اور پاک رکھا ہے جو پاکیزگی کا حق ہے - یہ تمام شواہد ان حضرات کی پاکیزگی کے ہیں اور زیارت انصار میں ہے السلام علیکم

---

[1] ابصار العین ص ۱۰
[2] مفاتیح ص ۴۴۲

یا طاھرین من الدنس[1] آپ پر سلام ہو اے برائیوں سے پاکیزہ نفوس۔

یہ وہ حقائق ہیں جن کو اہلبیت کے نونہال اور کمسن اطفال اپنی جگہ سمجھتے تھے عبداللہ بن حسن نو عمر بچہ نے جو آغوش امام میں وقت آخر شہید ہوا ہے ابحر بن کعب قاتل سے یہی کہا تھا یا ابن الخبیثہ اے خبیثہ کے فرزند میرے چچا کو قتل کرے گا۔

(۳) قل ھل انبئکم بشر من ذلک مثوبۃ عند اللہ من لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منھم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت (اے رسول تم) کہدو کہ میں تمہیں خدا کے نزدیک سزا میں اس سے کہیں بدتر عیب بتادوں جس پر خدا نے لعنت کی ہو اور اوس پر غضب ڈھایا ہو اور ان میں سے کسی کو (مسخ کرکے) بندر اور کسی کو سور بنا دیا ہو اور اوس نے خدا کو چھوڑ کر شیطان کی پرستش کی سورہ نمبر ۵ - آیت نمبر ۶

زہیر بن قین جب شہید ہوئے تو مظلوم کربلا نے فرمایا لا یبعدک اللہ یا زہیر ولعن قاتلک لعن الذین مسخوا قردۃ وخنازیر (زہیر) خدا تم کو اپنی رحمت سے دور نہ رکھے اور تمہارے قاتلوں پر اوس طرح کی لعنت بھیجے جیسے ان لوگوں پر لعنت پڑی تھی جو بندر اور سور بنا دیے گئے علاوہ اوس کے تاریخ طبری میں ایک اقتباس ہے جس سے قاتلوں کو اصحاب سبت سے تشبیہ دی ہے تاریخ الامم والملوک جلد ۶ ص ۲۱۷

---

[1] مفاتیح ص ۲۴۴

(۴) ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون انما یوخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار

جو کچھ یہ ظالم کرتے ہیں اس سے خدا کو غافل نہ سمجھنا (ان پر فوراً عذاب نہ کرنے کی) صرف یہ وجہ ہے کہ اوس دن تک کی مہلت دیتا ہے جس دن لوگوں کی آنکھیں پتھرا جائیں گی سورہ نمبر ۱۴ آیت نمبر ۴۲

(۵) فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتریٰ سورہ نمبر ۲۰ - آیت نمبر ۶۲

(۶) وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ادن کو بہت ہی جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹائے جائیں گے سورہ نمبر ۲۶ - آیت نمبر ۲۲۷

پہلی اور آخری آیت کا پس منظر یہ ہے کہ ظالمین میں قاتلان حسین داخل ہیں اور دونوں آیتوں کو واقعہ کربلا سے گہرا تعلق اس طرح ہے کہ راہ شام میں راہب نے جب ۱۰ ہزار درہم فوج یزید کو دے کر رات بھر سر امام اپنے دیر میں رکھا اور عجائبات دیکھے تو بعد مراجعت خولی کی نگاہ جب اوس کیسہ پر پڑی جس میں یہ رقم تھی تو ایک رخ پر پہلی آیت اور دوسرے رخ پر دوسری آیت لکھی ہوئی تھی اور درہم مٹی ہو گئے تھے۔

مؤخر الذکر آیت کا راہ شام میں تلاوت[۲] کرنا بھی مقاتل سے ثابت ہے خولی نے جب تنور میں سر مبارک رکھا اوس وقت بھی یہ آیت تلاوت[۳] کی۔ آیت نمبر ۵ کی تفسیر آگے آئے گی۔

۱؎ ناسخ التواریخ ص ۳۴۷ ۲؎ منہ ۳؎ ناسخ التواریخ ص ۳۱۵ ناسخ التواریخ ص ۳۴۳

(۷) وقال موسیٰ انی عذت بربی وربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب موسیٰ نے کہا میں تو ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں سورہ نمبر ۴۰۔ آیت نمبر ۲۷

(۸، ۹، ۱۰) وقال الذین امن یا قوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل داب قوم نوح وعاد وثمود والذین من بعدھم وما اللہ ظلما للعباد ویا قوم انی اخاف علیکم یوم التناد یوم تولون مدبرین مالکم من اللہ من عاصم جو شخص (چھپ کر ایمان لا چکا تھا) کہنے لگا اے قوم مجھے تو تمہاری نسبت بھی اور امتوں کی طرح روز بد کا اندیشہ ہے (کہیں تمہارا بھی وہی حال نہ ہو) جیسا نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور ان کے بعد والے لوگوں کا حال معلوم ہوا اور خدا تو بندوں پر ظلم کرنا چاہتا ہی نہیں اور اے میری قوم مجھے تو تمہاری نسبت قیامت کے دن کا اندیشہ ہے جس دن تم منہ موڑ کر (جہنم کی طرف) چل کھڑے ہو گے تو خدا کے عذاب سے تمہارا کوئی بچانے والا نہ ہو گا۔ سورہ نمبر ۴۰۔ آیت نمبر ۲۹ لغایت ۳۲

ہر سہ آیات کو شہدار کربلا میں حنظلہ بن سعد شامی نے دشمن کی طرف خطاب کر کے بآواز بلند پڑھا اور کہا یا قوم لا تقتلوا حسینا فیسحتکم اللہ بعذاب وقد خاب من افتری اے قوم حسینؑ کو قتل نہ کرو ورنہ خدا وہ عذاب نازل کر کے تمہیں ملیامیٹ کر دے گا اور جس نے افترا پردازی کی وہ یقیناً نامراد رہا۔

ان تینوں آیتوں کی روشنی میں جو کچھ ثابت ہوا ہے وہ یہ کہ قوم نوح اور

عاد و ثمود کی طرح قاتلان حسینؑ تھے اور اون کی بخشش کا کوئی ذریعہ نہ تھا اور وہ نجات سے محروم ہیں اور اصحاب امام حزقیل کے ہم رتبہ ہیں۔ شہادت حسینؑ کے بعد یزید نے ابن عباس کے نام خط لکھا اوس کے جواب میں عبد اللہ بن عباس نے ان علی یقین من اللہ ان یعذبکم کما عذاب قوم عاد و ثمود و قوم لوط و اصحاب مدین یا یزید اے یزید مجھے خدا کی ذات سے یقین ہے کہ وہ تم پر ایسا عذاب نازل کرے گا جیسا کہ عاد و ثمود اور قوم لوط اور اصحاب مدین پر نازل کیا۔ ناسخ التواریخ ص ۳۴۲

(۱۱) و انی عذت بربی و ربکم ان ترجمون اس بات سے کہ تم مجھ پر پتھر گراؤ میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں سورہ نمبر ۴۴ آیت نمبر ۲۰۔ ان دونوں آیتوں کو امام حسین علیہ السلام نے واقعہ کربلا میں تلاوت کر کے بے خبر دنیا کو بتایا ہے کہ فوج یزید کا روز قیامت پر ایمان نہ تھا ــــــ

لا واللہ[1] لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا افر لکم فرار العبید یا عباد اللہ انی عذت بربی و ربکم ان ترجمون و اعوذ بربی و ربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب قسم خدا کی میں ذلیلوں کی طرح اپنا ہاتھ دشمن کے ہاتھ میں نہ دوں گا اور نہ لونڈی غلاموں کی طرح بھاگ کھڑا ہوں گا یہ کہہ کر آیہ پڑھا۔

(۱۲) اذ الاغلال فی اعناقھم والسلسل یسحبون فی الحمیم جب

---

[1] ناسخ التواریخ ص ۲۵۰

بھاری بھاری طوق و زنجیر ان کی گردنوں میں ہوں گی اور کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹے جائیں گے سورہ نمبر ۴۰ - آیت نمبر ۷۱

راہ کوفہ میں امام مظلوم نے جب سورہ کہف کی تلاوت شروع کی اور ابن وکیدہ کے دل میں شک پیدا ہوا تو آپ نے ندا دی یا ابن وکیدہ

لیس لک الی ذلک سبیل سفکهم دمی اعظم عند اللہ ثم من تسیرهم ایای فذرهم فسوف یعلمون اذ الاغلال فی اعناقهم والسلاسل یسحبون

اے ابن وکیدہ تجھے اس کام میں کوئی راہ نہیں ہے میرے خون کا بہانا خدا کے نزدیک عظیم تر ہے اس سے کہ میرے سر کو کوچہ و بازار میں لئے پھریں انھیں اپنے حال پر چھوڑ دے یہ بہت جلد حقیقت امر سمجھیں گے اس کے بعد آیت پڑھی۔

(۱۳) ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرءها ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا ان اللہ لا یحب کل مختال فخور خدا کسی اکڑنے اور اترانے والے کو دوست نہیں رکھتا (سورہ نمبر ۵۷ - آیت نمبر ۲۲) جتنی مصیبتیں روئے زمین پر اور خود تم لوگوں پر نازل ہوئی ہیں وہ سب قبل اس کے کہ ہم انہیں پیدا کریں لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں بیشک یہ خدا پر آسان ہے تاکہ جب کوئی چیز تم سے جاتی رہی تو تم اس کا رنج نہ کیا کرو اور جب کوئی چیز خدا تم کو دے تو اس پر نہ اترایا کرو۔

فاطمہ بنت الحسینؑ نے اس آیہ کا اپنے خطبہ میں اقتباس فرمایا ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ دشمنان حسینؑ بن علیؑ نشہ نخوت و غرور میں سرشار خود نمائی کے پیکر تھے آپ فرماتی ہیں فانّ ما اصابنا من المصائب الجلیلة والرزایا العظیم فی

کتاب اللہ من قبل ان نبرأھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتکم واللہ لا یحب کل مختار فخور نبالکہ فانتظروا اللعنۃ والعذاب چہ این مصائب ازین پیش در کتاب خدائے نگاشتہ آمدہ بر خداوند سہل و آسانست لاجرم واجب می کند کہ از ہیچ نہ پا و ملول نشوید و از ہیچ نبودے خشنود نگردید و رضا بدست قضا دہید کہ خداوند دوست نمیدارد گردنکشان و متکبران را ہان اے اہل کوفہ ہلاک باد بر ہم اکنون منتظر باشید لعنت و عذاب خدا یا کہ عنقریب از آسمان بر شما متواتر خواہد گشت و شما بکیفت کردار ستاصل و مضطرب خواہد داشت۔

(۱۴) استحوذ علیھم الشیطٰن فانساھم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن ھم الخاسرون سورہ نمبر ۵۸ آیت نمبر ۱۹ شیطان نے ان پر قابو پالیا ہے اور خدا کی یاد ان سے بھلادی ہے یہ لوگ شیطان کے گروہ ہیں سن رکھو کہ گروہ شیطان گھاٹا اٹھانے والا ہے۔

دشمن پانی نہ دینے کا مکروہ الفاظ میں پکار پکار کر اظہار کرتے تھے۔ اوس وقت امام نے فرمایا ان القوم استحوذ علیھم الشیطٰن فانساھم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطٰن الا حزب الشیطٰن ھم الخاسرون۔

خطبہ امام میں بھی اس کا ذکر ہے (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۵۴) حضرت ام کلثوم نے اپنے خطبہ میں کہا ہے نزعت الرحمۃ من قلوبکم الا ان حزب اللہ

ھم الفائزون وحزب الشیطن ھم الخاسرون تمہارے دلوں سے رحم نکل گیا ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ صرف اللہ کا لشکر تو کامیاب ہے اور فوج شیطان نقصان عظیم میں ہے۔ ناسخ التواریخ ص ۳۲۳

فاضل معاصرین نے قاتلانِ حسینؑ کا مذہب، قاتلانِ حسینؑ کی گرفتاری[۱] قاتلانِ حسینؑ کا حبس دوام سپرد قلم کی یہ خود شہدائے کربلا اور اسیرانِ اہلبیت کے تاثرات ہیں جو منتقم حقیقی کے توفیقات سے عرض کئے ان نصوص کے بعد قاتلانِ حسینؑ کے مذہب کا سوال باقی نہیں رہتا اور "قاتلانِ حسینؑ کی خانہ تلاشی" مصنفہ مولوی عبدالشکور المتوفی سنہ کے پرخچے اڑ جاتے ہیں

خاک کربلا پر سجدہ کی حقیقت

وہ طبقہ جو اصول سے بحث کا عادی نہیں اور فروع میں عوام کو الجھاتا ہے اور اس کا مقصد اولین ہے کہ مسلمانوں میں نفرت پھیلے اس کی آواز ہے کہ — شیعہ فرقہ کربلا کی زمین کے سوا ساری دنیا کی زمین کو نجس سمجھتا ہے شیعہ مذہب میں بجز کربلا کسی اور زمین پر سجدہ کرنا حرام ہے اور ہر شیعہ ہر وقت نماز پڑھنے کے لئے خاک کربلا کی بنی ہوئی ٹکیوں پر سر نیاز رگڑتا ہے تاکہ نماز مقبول ہو۔

---

[۱] مؤلفہ سید العلماء علی نقی صفحات ۱۰۳ نشر کردہ امامیہ مشن لکھنؤ [۲] رشحہ کلک مولانا سید محمد مہدی صاحب زنگی پوری مرحوم و مغفور المتوفی سنہ [۳] مؤلفہ مولانا سید ظفر مہدی صاحب جائسی المتوفی

ابو شوکت رشید نے عقائد الشیعہ ص۲۳ میں جو تہمت طرازی کی ہے اوس سے اون کے ادب اور تہذیب اور معلومات سب کا مکمل اندازہ ہوتا ہے اگر اون کی یہ تعریض صحیح ہوتی تو کسی کتاب کا حوالہ دیتے کسی مفتی کا قول حرمت پیش کرتے جو کچھ فرما رہے ہیں وہ خود اون کے تصورات ہیں اور نشہ عصبیت اس قدر بدحواس کرچکا کہ سجدہ ایسی مقدس رکن نماز کو وہ سرنیاز رگڑنے سے یاد کرتے ہیں اگر وہ مذہب حق سے واقف نہیں تو اون کو بتائے دیتے ہیں کہ شیعہ درخت کے پتے، لکڑی اور جو زمین پختہ اور خود ساختہ نہ ہو اوس پر برابر سجدہ کرتے ہیں ہر زمین پاک ہے جب تک اوس کی نجاست کا علم نہ ہو اور غصبی زمین نہ ہو۔

مرقومہ بالا شبہ میں سرقۃ نماز کا جملہ بھی تہمت عظیم اور بالکل خلاف عقل ہے یہ کہنا کہ پانچ وقت کی نماز شیعہ تین وقت پڑھتے ہیں اوس وقت صحیح تھا جب وہ وقت کو ساکن تسلیم کریں دنیا میں کوئی عقلمند متحرک کو ساکن نہ کہے گا جو ایک میں دوسرا داخل ہو اس کے علاوہ فرقہ شیعہ میں نوافل تعقیبات اور کم از کم تسبیح فاطمہؑ کی بڑی اہمیت ہے جب ایک نماز پڑھ کر تعقیبات شروع ہوئے تو آپ سے آپ تین وقت نہ رہے پانچ وقت ہوگئے۔ اور اگر کسی فرد دولتمند عدیم الفرصت نے کبھی ظہر کے بعد فوراً عصر شروع کردی تو اس کو پیغمبر

لہ صحیح سنن المصطفےٰ ابی داؤد ج ۲ ص۳۲۱ و ۳۲۲

سلہ ص۱۹۵ ج ۱ مسند ۳۰۱ و ۳۰۴ و ۳۰۵ مسند وکشف الغمہ ج ۱ ص۱۴۵

اسلام نے جائز رکھا ہے تم کو اعتراض کا کیا حق ہے خود سرور دو عالم نے اس طرح ظہرین پڑھی اور عرفات کے میدان ساری دنیا کے حاجی کعبہ کے علاوہ سے بعد دونوں نمازیں یکے بعد دیگرے پڑھتے ہیں اگر کوئی ظہرین و مغربین یکے بعد دیگرے ادا کرے تو یہ کعبہ والی نماز ہوگی اسلام کی شریعت سہل ہے اوس کو مشکل بنانا راہنمائی نہیں بلکہ جن کو وقت کی قدر ہے اون کو قریب دینا ہے کعبہ میں ہر مکتب فکر کے لوگ کوئی عذر نہیں کرتے تم کیوں چڑھتے ہو۔ وہ انسان جس کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہ آئے وہ دوسروں کی آنکھ کے تنکے ڈھونڈتا ہے ابو شوکت صاحب کی یہ علمی تہیدستی ہے کہ وہ سجدہ گاہ کو ٹکیا کہتے ہیں اہل علم کی اصطلاح میں اس کو خُمرہ کہتے ہیں حدیث ہے کان النبی یصلی علی الخمرہ روایت میمونہ صحیح بخاری میں ہے حضرت رسولؐ خمرہ پر سجدہ کرتے تھے اور طاہر فتنی کہتا ہے الخمرہ ھی التی یسجد علیھا الآن الشیعہ (مجمع البحار) خمرہ وہ ہے جس پر آج شیعہ سجدہ کرتے ہیں ثابت ہوا کہ شیعہ پاک زمین پر جو غصبی نہ ہو سجدہ جائز سمجھتے ہیں اور سنت و جماعت میں کعبہ میں اللہ کے سامنے جا کر سہ وقتہ نماز ادا کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے سنی و شیعہ میں۔

آخری خطاب

یہ سارا عناد اس بات پر ہے کہ پیغمبر کے خاندان سے ہمدردی رکھنے والے

ہ ص ۱۸۹ ج ا منہ و ۳۰۱ و ۳۰۴، ۳۰۵ منہ و کشف الغمہ ج ا ص ۱۲۵

ہ صحیح سنن المصطفٰی ص ۱۰۶ ج ا

اور ان کے نواسہ کی آرام گاہ خاک کربلا کی عزت کرتے ہیں اور ان کی اور ان کے انصار کی نمازوں کو یاد کرتے ہیں کہ کس طرح اس زمین پر عبادت کرکے نماز قائم کی اب اگر یہ کہو کہ اس خاک میں لشکر شام کے خون کے بھی آمیزش ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ سجدہ گاہ جس زمین کی مٹی ہے وہ قتل گاہ کی آراضی ہے اور یہ مقام خیمہ اہل حرم سے قریب ہے جنگاہ اور خیام میں بڑا فاصلہ تھا ہر مجاہد کی جنگ پر دشمن پیچھے ہٹتا تھا اور کوئی سوال ہی نہ تھا کہ لڑائی قریب خیام ہوئی اگر اس ضد پہ کوئی باقی رہے کہ سجدہ گاہ کی مٹی میں خون دشمن شریک ہے تو ہم آخری جواب یہ دیں گے کہ جس طرح قرآن شریف میں خنزیر، شراب، شیطان کا تذکرہ ہے اور مسلمان آنکھوں سے لگاتے ہیں تو یہی انداز تعظیم ہمارا بھی ہے۔

چند سال سے سعودی حکومت نے تجارتی انداز پر حاجیوں کے ذریعے وہاں سے خاک شفا تبرکات میں بھیجنا شروع کی ہے جس کا پہلے کوئی وجود نہ تھا اس برآمد پر میں نے اپنے مقالہ مندرجہ ماہنامہ الجواد بنارس بابت ماہ ستمبر ۱۹۶۹ء میں کافی بحث کی ہے۔

مزار حبیب پر عقیدت کے پھول | السلام علی حبیب بن مظاہر

کہا ممتحن ہی میرا اسلام ہو آپ پر اے حبیب مظاہر اسدی کے بیٹے"۔ یہ سلام امام زماں کی طرف سے ہے ان کے جد کے ناصر پر مؤلف عرض کرتا ہے اے بوڑھے مجاہد اگر میں عالم کے مجاہدوں کو آپ کی سرگفت زندگی کے قابل میں لاتا ہوں تو آپ کتنوں سے اچھے ہیں دامن ازل سے گریبان ابد تک آپ

کا ایسا خوش نصیب نہ ہوگا جس کا آغاز رسولؐ کے زمانے سے شروع ہو کر انجام فرزند رسولؐ کے عہد میں حیات جاوید سے مبدل ہو گیا قرآن مجید نے چند بڈھوں کی ثنا و صفت میں حصہ لیا ہے مگر جو مبدا و معاد آپ کا ہے اس میں آپ بھی کسی سے کم نہیں (۱) حضرت زکریاؑ جن کا نناوے برس کا سن تھا بالوں کی سپیدی میں تو آپ ان کی شبیہ ہیں۔ مگر وہ نبی ہو کر اپنی کمزوری کا اقرار کرتے ہیں رَبِّ اِنِّی وَھَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا۔ پالنے والے میرے استخواں کمزور ہو گئے ہیں اور سر آتش پیری سے سفید ہو گیا ہے۔ حبیب بن مظاہر اس سرفروش فوج کے سپاہی ہیں۔ جس سے کمزوری ظاہر ہی نہیں ہوئی محبت خدا ان کی بہادری پر گواہ ہیں اشھد انک کم تھن میں شاہد ہوں کہ آپ سے ضعف ظاہر نہیں ہوا۔ (۲) مومن آل یٰسین جن کا نام نامی حبیب نجار تھا وہ اپنی طویل عمر میں چشم زدن کے لئے بھی کفر و نفاق سے آشنا نہیں ہوئے تو اے حبیب آلِ محمدؐ آپ ان سے کسی بات میں کم نہیں ہیں اگر آپ کا نام حبیب نہ ہوتا تو اصحاب امیر المومنینؑ میں ہونے سے یحبھم و یحبونہ کی قرآنی نوید آپ کو خدا کا حبیب ثابت کرتی ہے حبیب نجار عیسیٰ بن مریم کی تصدیق کرنے والے اور آپ نے فخر عیسیٰ حسینؑ بن علیؑ کی تصدیق کی اگر حبیب نجار کو سچائی کے جرم میں پتھروں سے شہید کیا گیا تو آپ کا سر شہادت کے بعد جبکہ گھوڑے کی گردن میں معلق تھا زمین سے ٹکرا کے دل کا ارادہ پورے ہونے پر شکر کے سجدے کرتا تھا وہ شہادت کے وقت بھوکے پیاسے نہ تھے اور آپ تشنہ و گرسنہ۔

انھوں نے تقیہ میں عمر بسر کی اور آپ دشمن سے سختی سے گفتگو کر کے دنیا سے گزر گئے۔ کیوں نہ ہو قبیلہ بنی اسد سے تعلق تھا جب ہی شیرانہ زندگی بسر کی۔ اور اسد اللہ کی غلامی نے ہمت کو بڑھا دیا۔ امام حسینؑ نے اپنے استغاثہ[۱] میں آپ کو پکارا تھا اور آج ہماری زبانوں پر آپ کا تذکرہ ہے۔ بعض علماء[۲] نے حبیب بن مظاہر کو افضل اصحاب تسلیم کیا ہے اور فرمایا ہے یمکن ان یقال ان حبیب بن مظاہر بعد العترۃ الہاشمیہ ہو افضل الاصحاب والانصار مما یعطی فضلہ وشرفہ اگر اس اجتہاد کو کوئی نہ مانے تو معصوم امام آپ پر اپنے ماں باپ فدا کر رہے ہیں یہ آپ کی سب سے بلند فضیلت ہے۔ کربلا کی جنگ تہذیب و معاشرت کا درس دینے کے لئے تھی اور واقعہ کربلا میں وہ انسان مجتمع تھے جن کا ہر نفس ہمارے لئے ہدایت تھا۔

سیرتِ حبیب سے ہم کو کیا سبق ملا حبیبؒ کی سیرت سے ہم کو حسب ذیل سبق ملے۔

۱۔ وہ صحابیت کے باوجود اطاعت امام کو فرض سمجھتے تھے اور نجات عترت کے تمسک میں ہے۔

۲۔ عبادت الٰہی اور قرآن سے تمسک انسان کے لئے ضروری ہے

۳۔ انسان کے ارادہ کو اتنا پختہ ہونا چاہئے کہ اگر راستے بند ہوں راہ میں پہرے

---

[۱] سوانح حیات زہیر بن قین صفحہ ۳۲ و ۷۔ ملا آقا دربندی

[۲] اکسیر العبادات۔ اسرار الشہادات صفحہ ۲۲۶ طبع ایران ۱۲۹۶ھ

بیٹھے ہوں تو منزل مقصود پر پہنچکر رہے۔

۴۔ ولا سر بایہ جو مذہب سے متصادم ہو نظر اٹھا کے دیکھنے کے بھی لائق نہیں۔

۵۔ سچائی کی حمایت میں انسان کو زندگی کے کسی حصہ میں عذر نہ کرنا چاہئے جیسے انس بن مالک صحابی رسولؐ کے ایسے تنگ خیال بوڑھے نہ تھے جو امام وقت کی حمایت میں حدیث غدیر پر لب کشائی میں عذر کریں اور پیری اور نسیان کو سدراہ قرار دیں۔ حبیب بن مظاہر کے سامنے انس کا رویہ نہ تھا انھوں نے ضعیف کا عذر نہیں کیا اس وقت امام نے فرمایا۔ انی لا اعلم اصحاباً اوفی من اصحابی

۶۔ ان کی تاہلی زندگی اس قدر خوشگوار تھی کہ اگر بمصلحت نصرت حسینؑ میں پس و پیش کیا تو بی بی نے غیرت دلائی تدبیر منزل اسی کا نام ہے کہ حبیب کی معاشرت کا خواتین پر اثر ہو۔

۷۔ انسانی ہمدردی ہر شخص کا فرض ہے جس کو محسوس کرکے حبیب نے خود بھی نصرت کی اور تعاون کے لئے قبیلہ بنی اسد کو نصرت پر تیار کیا۔

۸۔ بتسم گفتگو کلام میں طاقت پیدا کر دیتی ہے۔

۹۔ سختیوں میں انسان حبیب کا ایسا صبر کرے جیسے وہ اتنے بڑے ارادۂ قربانی کو عملی جامہ پہنانے کے پہلے آپس میں مذاق کرتے تھے یہ شان اطمینان ہم میں بھی ہو۔

۱۰۔ مظلوم باپ کے بیٹے کو ہمیشہ اس کی امید رکھنی چاہئے کہ اس کو انتقام کا حق ہے اور جو اپنی جان مذہب پر نثار کردے اس کی نسل بڑھانا بھی قدرت کا

شیوہ ہے کیا سلاھ کا کشتہ جفا اور کہا سلاھ تک اس کی نسل کا باقی

رہنا دامت اللہ حتم نورہ

۱۱۔ وصیت کی ان کی نظر میں بڑی اہمیت تھی اور وہ وتواصوا بالحق وتواصو بالصبر کے مصداق تھے۔ ایک حدیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے جو بغیر وصیت مرگیا وہ زمانہ جاہلیت کی موت سے دوچار ہوا یہ کاوش ان حضرات کے علم دوست ہونے پر ایک دلیل ہے حضرت قاسم کی شہادت اور حبیب بن مظاہر کی قربانی نتیجہ وصیت بھی ہے۔

۱۲۔ تلاوت قرآن میں راتوں کو جاگ کر بسر کرنا چاہتا اور نماز و قرآن انسانی زندگی کا مال ہے۔

۱۳۔ مسئلہ دعا سے حبیب کی دلچسپی واضح ہوتی ہے وہ میدان نبرد میں بھی دعا کرتے تھے۔

۱۴۔ خضاب سنت نبوی اور احادیث کی روشنی میں مستحب ہے مگر وہ جذبہ غم میں اس کو ترک کرکے سوگواری کی بنیاد خود قائم کرتے ہیں اور حضرت امیرؑ کا فرمانا نحن قوم فی مصیبۃ[1] اور خضاب کو ترک کرنا ان کے سامنے تھا۔

۱۵۔ بڑھاپے میں ان کو یہ شوق جنگ تھا کہ وقت نماز کی وسعت میں وہ جہاد کو واجب فوری سمجھتے تھے اور اہانت مذہب پر ایک لمحہ کے لئے بھی خاموش نہ رہ سکے حصین کا بے ادبانہ کفر آمیز کلام اور ان کا بلبلا کے آجانے

---

[1] فوائد المشاہد ص ۲۲۲

نامناسب عرض کرنا مقاتل میں چند طرح پر ہے۔

(الف) یا مولائی انی ارجات اتمم صلاتی فی الجنة۔ مولا میں امید کرتا ہوں کہ اس نماز کو بہشت میں تمام کروں۔

(ب) واللہ یا مولائی انی ارجات لا تنقضی صلوٰتک الا وانا اصلی فی الجنة قسم بخدا اے آقائے من امیدوارم کہ ہنوز نماز تو تمام نہ شدہ کہ در بہشت برسم و نماز کنم[۱]

(ج) ان فاتتنی الصلوٰة معک یا ابن رسول اللہ فانی اصلیہا فی الجنة[۲]

علامہ شوستری علامہ کنتوری آقائے دربندی جب اس محل پر خاموش ہیں اور واقعہ کربلا ہمارے فکر و نظر سے بلند ہے تو مجھے بھی بجز اس کے کچھ عرض کرنے کا محل نہیں ہے کہ حبیب کا یہ رویہ بھی نماز سے محبت ہی پر گواہ ہے کہ وہ زندہ رہتے ہوئے احکام الٰہیہ کی تحقیر نہیں دیکھ سکتے اور اپنی جان دیدیتے ہیں۔ اللہ ہمارے ذاکرین پر رحم کرے وہ ایک طرف تو حبیب بن مظاہر کو بچپن کا دوست کہتے ہیں اور دوسری طرف ان کی پیرانہ سالی کے ثبوت میں پڑھتے ہیں کہ ابرو پر پٹی باندھ کر جہاد کیا امام مظلوم کی عمر واقعہ کربلا میں ۵۷ برس تھی اس سن وسال کا مرد ایسا ضعیف نہیں ہوسکتا جس کا جسم مرتعش ہو حقیقتیں اپنی جگہ صحیح ہیں مگر نامزد کرنے میں اشتباہ ہوتا ہے وہ واقعہ جابر بن عروہ علیہ الرحمہ کی جنگ کا ہے۔

---

[۱] فوائد المشاہد ص۲۲۲ [۲] اسرار الشہادت ص۳۲۱ [۳] نہج البلاغہ

باب المراثی

ہر شہید کی مقدس زندگانی کو ختم کرتے ہوئے مقطع سخن میں میں نے جو اشعار پیش کئے ہیں وہ صرف اس لئے کہ علمی حقائق کے مطالعہ سے دماغ پر جو بار پڑ جاتا ہے وہ ادبی چاشنی سے دور ہو کر اردو کا تدریجی ارتقا واضح ہو۔ اس سلسلہ وارید سے استدلال ہمارا شیوہ نہیں ہے البتہ سواد اعظم میں ایک بڑا طبقہ ہے جو شعراء کو تلامیذ الرحمٰن (اللہ تعالیٰ جل شانہٗ و عم نوالہٗ کے شاگرد) کہتا ہے۔ اور علامہ شیخ احمد بن علی بونی المتوفی ۶۲۲ھ اس حسن ظن کو آقائے دو جہان صلعم کا ارشاد فیض بنیاد قرار دیتے ہیں۔ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا۔

بیشک[2] خدا کا چھپا ہوا ایک بھید ہوا کرتا ہے جو شاعروں کی زبان سے ظہور میں آتا ہے اور کسی دوسرے کی کہاوت ہے۔ خدا کے کچھ پوشیدہ خزانے ہیں جن کی کنجیاں شاعروں کی زبان ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو شمع انجمن مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں ص۱۱ مطبوعہ رئیس المطابع شاہجہانی بھوپال ۱۲۹۲ھ [2] وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ کنوزا تحت العرش مفاتیحھا السنۃ الشعراء یظھرہ علی لسان الشعراء وقیل ان اللہ کنوزا مخفیہ مفاتیحھا السنۃ الشعراء شمس المعارف ولطائف العوارف ج ۲ ص ۸ مصر

عشق المتوفی سنہ ۱۳۰۳ھ

کہا یہ کان میں حر کے حبیب بن مظاہر نے
ہمیں بھی باغ جنت میں پہنچتے ہی بلا لینا

دیگر

پیری میں بادشاہ دو عالم کے ساتھ ہوں
مانند صبح نیر اعظم کے ساتھ ہوں

تعشق المتوفی سنہ ۱۳۰۹ھ

کی عرض میں نے جو رہی تاب نہ زنہار
یہ آپ کا کیا حال ہے یا سید ابرار

کیا ہو گئے حضرت کے رفیقان وفادار
بچپن کے حبیب بن مظاہر ہیں نمک خوار

شہ بولے حق الفت کا ادا کر گئے بیٹا
اک ان میں سے باقی نہیں سب مر گئے بیٹا

ایضاً

سر رکھ زانوی شہ پہ یہ کہتے ہیں حبیب
خوب تھوڑی سی مشقت کا ثمر دیکھ لیا

انس المتوفی سنہ ۱۳۱۱ھ

تن حبیب میں کتنی جھریاں تھی پیری میں
غضب یہ تھے ہمہ تن پر شکن جبیں کی طرح

کاشفی المتوفی سنہ ۹۱۰ھ

پیرانہ سر کشیدم سر در رہ یگانت
موئے سفید کردم جاروب آستانت

میر تقی میر المتوفی سنہ ۱۲۲۵ھ

قامت خمیدہ اس کی مثل کماں تھی لیکن
قربان گہ وفا میں مانند تیر آئے

مرزا فصیح المتوفی سنہ ۱۲۳ھ

عزادار حبیب بن مظاہر کیا بہادر تھا
مجیو درہب عبد اللہ کلبی سے بہادر تھا

میر ضمیر المتوفی ۱۲۷۲ھ

یہ سُن کے حبیب بن مظاہر ہوا خنداں — بولا پسر قین کہ اے رستم دوراں
ہنسنے کا نہیں وقت کہ ہے جنگ کا ساماں — بازار اجل گرم ہوا چاہتا ہے یاں
وہ بولا کہ بھائی یہی ہنگام خوشی ہے — اب ہاتھ میں دامانِ حسین ابن علی ہے

دلگیر ہمعصر ضمیر

نبی کہتے تھے حبیب ابن مظاہر کو یہ — ایک دن یہ میرے پیارے پہ فدا ہوئیگا

انیس المتوفی ۱۲۹۱ھ

ابرو جھکے جو پڑتے تھے پلکوں پہ بار بار — رومال پھاڑ کر انھیں باندھا تھا استوار
آنکھوں سے شیر نر کے جلالت تھی آشکار — گویا کہ تھی غلاف میں حیدر کی ذوالفقار
جلدی جو چلے چند قدم جھوم جھوم کے — رعشہ شداع ہو گیا ہاتھوں کو چوم کے

دبیر المتوفی ۱۲۹۲ھ

سر ہلتا ہے پہ ہر گت پا رن میں جمی ہے — جنبش میں ہے لو شمع کو ثابت قدمی ہے

مونس المتوفی ۱۲۹۲ھ

تن کے کہتے تھے حبیب بن مظاہر وقت جنگ — شوق نے حوروں کے پیری کو جوانی کر دیا

اسیر المتوفی ۱۲۹۹ھ

بترتیب سپاہ آں شاہ پرداخت — بہ تزئین کوکب ماہ پرداخت !!
مہ روئے زہیر از میمنہ تاخت ! — حبیب بن مظاہر میسرہ یافت !!

اوج المتوفی ۱۳۳۶ھ

پکڑ کے ہاتھ سے ریش سفید وہ صفدر — مخاطب اپنے رفیقوں سے تھا بہ کرّ و فر

نہ بڑھنے پائے ادھر فوج بدسگالوں کی
تمہارے ہاتھ ہے شرم ان سفید بالوں کی

رشید نمبر ۳۳ رہ

وہ حبیب بن مظاہر مرا بچپن کا رفیق
یاد تھے خوب انھیں مسئلے جتنے تھے دقیق

مرزا محمد ہادی عزیز

فردوس کی نکہت دل عاشر میں بسی ہے
مرنے پہ کمر ابن مظاہر نے کسی ہے

الحاج نواب سجاد علی خاں بانی امام باڑہ وقف تحسین گنج لکھنؤ

حبیب بن مظاہر چڑھے جو گھوڑے پر
پکارا رعب کہ پیری گئی شباب آیا

اصغر علی خاں تلمیذ جاوید لکھنؤ

دیکھ کر رن میں حبیب بن مظاہر عدو کو
کہتے تھے شیر یہ پیاسا بھی ہے اور پیر بھی ہے

ولہ

کہتے تھے اکبر حبیب بن مظاہر مر گئے
پیچھے پیچھے ضعیفی کے جوانی رہ گئی

محمد حافظ خاں حافظ تاجر کتب بازار چوک لکھنؤ تلمیذ جاوید

باندھنے والے ہیں تن کر اب حبیب اپنی کمر
لو اگی پیری نئے سر سے شباب آنے کو ہے

کمال عظیم آبادی

لے حبیب بن مظاہر گرنہ مال و زر دیا
کربلا میں عہد طفلی تم نے پورا کر دیا

شہید انصاری فرنگی محلی

مجاہدین کی وہ مختصر سی جمعیت
نہ جس کے پاس تھا پانی نہ جس کے پاس طعام

حبیب بن مظاہر سے پیر بھی ان میں
انہیں میں حضرت شہ کے ناتواں ایتام

نوٹ :- سید فراست حسین صاحب مرحوم زیدپوری نے حضرت حبیب کے

حال میں پورا مرثیہ نظم فرمایا ہے جس کا مطلع یہ ہے ؏

ریاضؔ نظم میں ہے گل فشاں دہن اپنا

۱۷ شعبان ۱۳۹۰ھ   تمام شد

بحکم سرکار مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ لکھنوی دام ظلہم

صفحہ ۹۵ پر جو دو مقبول شعر بسلسلۂ معجزہ امام مظلومؑ آپ نے ملاحظہ کئے اوس پر ناچیز کے تاثرات

طرح :- آخری عرض ہے قادر علی خاں کی شاہا
قید سے آپ نہ کیوں مجھکو چھڑانے آئے

زنداں میں شاہ کا سرپاکے سکینہ نے کہا
قید سے بابا نہ کیوں مجھ کو چھڑانے آئے

شمر نے مارا کبھی اور بندے بھی میرے چھینے
ظلم سے اس کے نہ کیوں مجھکو بچانے آئے

خط حبیب ابن مظاہر کو جو شہ کا پہنچا
جان ہتھیلی پہ رکھی سر کو کٹانے آئے

خواب میں دیکھا جو اکبرؑ کو تو صغراؑ نے کہا
آئے بھیّا مجھے شادی میں بلانے آئے

میں تو رہ دیکھتی تھی ساتھ ابھی چلتی ہوں
مر رہی تھی۔ مجھے تو آپ جلانے آئے

اپنے بابا کی زیارت بھی مجھے ہو گی نصیب
اچھے بھائی مجھے بچھڑوں سے ملانے آئے

خواب سے چونکی تو رو رو کے بُرا حال کیا
کہتی تھی۔ بھائی بھی آئے تو رُلانے آئے

یہ نہ معلوم تھا۔ اکبرؑ بھی ہوئے رن میں شہید
اور ضعیفی میں پدر لاش اٹھانے آئے

آپ کے لطف و کرم کا تھا بھروسہ شاہا
ڈوبتی کشتی نہ کیوں پار لگانے آئے

قافلے جا رہے ہیں حج کو برابر آقا — راہ دیکھا کیا حج کیوں نہ کرانے آئے

یا علی روضہ پر گرا اپنے بلا لو مجھ کو — میں کہوں گا میری قسمت کو بنانے آئے

آہ عابد تھا وہاں کون جو پرسہ دیتا

آئے بھی لوگ تو خیموں کو جلانے آئے

سید مختار عابد، عابد برستی

حال مقیم ۱۷/۱۰۸ رحیم آباد۔ کراچی ۳۸

الحاج سید منظور امام زیدی صدر شعبۂ نشر و اشاعت